بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ

تحقیق التراویح

جاوید

فی جواب

تنویر المصابیح

مصنف

حضرۃ العلام حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رح

تبویب و تخریج

حافظ عبد الوہاب روپڑی

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیق التراویح

فی جواب

تنویر المصابیح

جس میں احادیث صحیحہ و آثار قویہ سے آٹھ تراویح کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ نیز اس
میں تراویح اور تہجد کے ایک یا دو ہونے کی مکمل بحث ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ
کی بخاری والی حدیث حضورؐ رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت پڑھتے اس کی
پوری تشریح ہے اور آٹھ تراویح کے مخالفین کا مسکت جواب ہے۔

مصنفہ

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی رح

تبویب وتخریج

حافظ عبدالوہاب روپڑی

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور

چوک دالگراں لاہور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	عرض حال ۔	۵
۲۔	فریقین کے ابتدائی حالات ۔	۶
۳۔	سند کے اعتبار سے حدیث کے درجات ۔	۸
۴۔	امام کے معنی ۔	۹
۵۔	مسئلہ تعداد رکعت تراویح ۔	۱۱
۶۔	تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا جُدا جُدا ۔؟	۱۵
۷۔	حنفی / دلیل اول اور اس کا جواب ۔	۱۵
۸۔	حنفی ۔ دلیل دوم اور اس کا جواب ۔	۱۷
۹۔	حنفی ۔ دلیل سوم اور اس کا جواب ۔	۱۹
۱۰۔	حنفی ۔ دلیل چہارم اور اس کا جواب ۔	۱۹
۱۱۔	حنفی ۔ دلیل پنجم اور اس کا جواب ۔	۲۱
۱۲۔	حنفی ۔ دلیل ششم اور اس کا جواب ۔	۲۲
۱۳۔	تراویح اور تہجد جُدا جُدا ہیں ۔	۲۲
۱۴۔	حنفی دلیل ہفتم اور اس کا جواب ۔	۲۴
۱۵۔	حنفی دلیل ہشتم اور اس کا جواب ۔	۳۱
۱۶۔	حنفی دلیل نہم اور اس کا جواب ۔	۳۲
۱۷۔	حنفی دلیل دہم اور اس کا جواب ۔	۳۴
۱۸۔	حنفی دلیل یازدہم اور اس کا جواب ۔	۳۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۹۔	مولوی عبیدی کا تہجد اولیٰ شب میں تسلیم کرنا۔	۳۷
۲۰۔	آٹھ تراویح پر مولانا لکھنوی کی شہادت۔	۴۰
۲۱۔	ابی بن کعبؓ کا آٹھ تراویح پڑھانا۔	۴۱
۲۲۔	مولانا عبیدی کی فقہِ حدیث سے بے خبری۔	۴۲
۲۳۔	احادیث وتر و تہجد۔	۴۴
۲۴۔	امام مالکؒ کا گیارہ رکعت تراویح کو پسند کرنا مولانا عبیدی کی خیانت۔	۴۹
۲۵۔	ایک وسوسہ اور اس کا جواب۔	۵۱
۲۶۔	مولانا عبیدی کی فنِ حدیث سے ناواقفی۔	۶۲
۲۷۔	حدیث کی فقہی تبویب کے فوائد۔	۶۳
۲۸۔	حدیث جابرؓ سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہ ہو سکنے کی وجوہ و دلائل۔	۶۶
۲۹۔	آٹھ رکعت تراویح پر تیسری دلیل کی حقیقت۔	۷۲
۳۰۔	مولانا عبیدی کی ترجمہ میں خیانت۔	۷۲
۳۱۔	مولانا عبیدی کی خیانت اور امام شوکانیؒ پر افتراء۔	۷۸
۳۲۔	تراویح کی بیس رکعت مسنون ہونے کا ثبوت۔	۷۹
۳۳۔	کیا تراویح سنتِ مؤکدہ ہے۔؟	۸۰
۳۴۔	اپنی طرف سے عدد کی تعیین بدعت ہے۔	۸۰
۳۵۔	احناف ایک وتر کے قائل نہیں۔	۷۳
۳۶۔	ائمہ احناف کے نزدیک بھی آٹھ تراویح مسنون ہیں۔	۶۹
۳۷۔	مولانا عبیدی کی حالت پر تعجب۔	
۳۸۔	عبداللہ بن مسعودؓ کی ۲۰ تراویح والی روایت ضعیف ہے۔	۸۳
۳۹۔	تعامل و توارث کا اصل روایات صحیحہ ہیں۔	۸۷
۴۰۔	حدیث سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت۔	۸۸
۴۱۔	مولانا کی حدیث دانی پر تعجب۔	۹۰
۴۲۔	حواشی۔	۹۷

عرض حال

سیٹھ صاحب ابراہیم حسین (بنگلور) کی طرف سے ہمیں ایک رسالہ موصول ہوا ہے جس کا نام ہے تنویر المصابیح فی تحقیق التراویح اس کے صفحہ ٹائیٹل پر لکھا ہے چونتیس دلائل قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ بیس رکعت نماز تراویح باجماعت مسنون ہیں اور آٹھ رکعت تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں "اس کے مصنف کا نام لکھا ہے" ابوالناصر عبیدی چلتی مظاہری الحنفی

سیٹھ صاحب موصوف اور دیگر احباب نے ہم سے اس کے جواب کی درخواست کی ہے بلکہ بعض حنفی احباب نے بھی اس کے متعلق استفسار کیا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس پر کچھ تنقیدی نظر ڈالی جائے ورنہ یہ رسالہ قابل التفات نہیں کیونکہ اس کے دلائل سب سطحی ہیں جن کے لکھنے والا فن حدیث سے بالکل ناواقف ہے۔ ایسے لوگوں کو اصلی جواب یہ ہے کہ ان کی بات کو قابل اعتناء نہ سمجھا جائے اور بس۔

کیفیت جواب - فریق ثانی کی عبارت ہم پوری نقل کریں گے (تاکہ اس کی عبارت میں ناظرین اس کی کمزوری دیکھ لیں اور ہماری طرف سے بسط جواب کی ضرورت نہ سمجھیں) اور اس کی عبارت کا عنوان "حنفی" ہو گا۔ اور ہمارے جواب کا عنوان اہلحدیث ہو گا اور کہیں کہیں ہم حاشیہ پر بھی نوٹ دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق سمجھائے اور حق پر ہی چلائے اور زبان و قلم سے حق ہی نکلوائے اور اسی پر خاتمہ کرے۔ اللھم اجعل اعمالنا کلھا صالحۃ واجعلھا لوجھک خالصۃ ولا تجعل لاحد فیھا شیئا امین۔

۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

۲۴ اپریل ۱۹۴۲ء

عبداللہ روپڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فریقین کے ابتدائی بیانات

حنفی - الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی لما بعد بندہ ناچیز ابوالناصر حنفی چشتی وارد حال معسکر بنگلور۔

برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ بعض احباب کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک عرصہ تک مسلمانوں میں باہمی مذہبی جنگ و جدال کے بعد چند سال سے کچھ سکون پیدا ہو گیا تھا لیکن افسوس کہ پھر بعض اصحاب متعدد بار مختلف پمفلٹ شائع کرا کر چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں پھر مذہبی جنگی فضا پیدا (۱) ہو جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے مذہبی فرقوں میں تعصب (۲) ہوتے ہوئے اتحاد محال ہے اور مذہبی اختلافات کا فیصلہ (۳) مناظروں تقریروں تحریروں سے ہو جانا ناممکن ہے۔ حق و باطل کا صحیح فیصلہ حق تعالیٰ ہی کے ہاں جا کر ہو گا جب حضرات انبیاء ہی اپنے عقائد کو ساری دنیا سے نہ منوا سکے اور نہ منوایا جا سکتا ہے تو پھر اس گئے گذرے زمانہ میں یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی ایک جماعت کے خیالات تمام امت مسلمہ قبول کر لے۔ کفر و شرک (۴) کے مباحث کے علاوہ باقی فروعی اختلافی مسائل میں ایک دوسرے کو گمراہ ثابت کرنے اور تردیدی اشتہارات نکالنے سے سوائے فتنہ خوابیدہ کو بیدار کر دینے کے اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ہم کسی کی نیت (۵) پر بدظنی سے کام لینا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ اس اشتہار بازی سے سوائے فساد پیدا ہونے کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔ دولت و ثروت کے ذرائع سے پیدا کردہ مذہب و مسلک دیر پا نہیں ہوا (۶) کرتا اور نہ اس طرح کسی مذہب کی تاسیس کی جا سکتی ہے۔ حق تو اپنی قوت مقناطیسیہ سے لوگوں کو خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس میں رعب و داب اور دولت کے ذریعہ کھینچ (۷) کرلانے کی ضرورت نہیں۔ سب کہ بعض دولت مند لوگ اپنے ملازمین کو محض اس لیے علیحدہ کر دیتے ہیں کہ وہ ان کا عقیدہ قبول نہیں کرتے۔ اور بعض کو روپیہ کی امداد کر کے اپنا ہم خیال بنایا جاتا ہے۔ جو لوگ ایسا کر رہے ہیں یقیناً" ان کے مسلک میں کمزوری (۸) ہے جس کی وجہ سے لوگ خود اس کی طرف نہیں کھنچے۔ دیکھئے

مذہب اسلام میں بلا کسی منظم کوشش کے لوگ داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور عیسائی یہودی مذہبوں کو اپنی تبلیغی مشنریاں قائم کرنے پر بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی۔

اہل حدیث - اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان میں جماعت اہل حدیث اقل قلیل تھی۔ اب بفضل تعالیٰ لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ یہ صرف اس مذہب کی حقانیت اور مقناطیسی طاقت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ سب پیسوں کی طمع سے مذہب اہل حدیث میں داخل ہوئے ہیں؟ علاوہ اس کے مولوی عبیدی نے تعصب میں آکر آج وہ بات کہہ دی جو کفار مکہ کمزور مسلمانوں (بلال رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ عمار رضی اللہ عنہ ایسوں) کے حق میں کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ٹکڑوں کی خاطر اسلام لائے ہیں۔ مگر الحمد للہ۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

یہ بھی مذہب اہل حدیث کی صداقت کی دلیل ہے کہ مولوی عبیدی صاحب کو اس سے بدظن کرنے کے لیے بجز طعن کفار کے اور کوئی طعن نہیں ملا۔ پھر آج کل کے کفار اسلام کو بدنام کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مولوی عبیدی صاحب نے پرانے کفار کا طعن لے کر مذہب اہل حدیث کے پھیلنے کا ذریعہ مالی طمع بتلایا ہے۔ مگر خدا کی شان جیسے کفار نے نہ سوچا کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو تلوار چلانے والے کہاں سے آ گئے۔ اسی طرح مولوی عبیدی صاحب نے بھی یہ نہ سوچا کہ اگر پھیلنے کا ذریعہ طمع ہے تو طمع دلانے والے کہاں سے پیدا ہو گئے۔ الحمد للہ۔

حنفی - بنگلور میں غیر مقلدین حضرات کی ایک معتدبہ جماعت ہے جو اپنے مذہب کی اشاعت ہر جائز و ناجائز طریقہ سے کر رہی ہے اس سے قبل ان کی طرف سے چند اشتہارات شائع ہوئے لیکن اہل سنت والجماعت (۹) نے ان کو قابل اعتناء نہ سمجھا اور محض اس خیال سے کہ آپس میں نزع کا فتنہ پھر بیدار نہ ہو جائے، خاموش رہے تاکہ حتی الامکان اپنی طرف سے رواداری اور عدم تعصب کا ثبوت (۱۰) دیں۔

لیکن اب پھر تراویح کے متعلق ان کی طرف سے ایک رسالہ کا ترجمہ شائع کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اہل سنت والجماعت رمضان شریف کے مبارک ماہ میں تراویح پڑھ کر جو عبادت میں کوشش کر لیتے ہیں اس سے ان کو محروم (۱۱) کر دیا جائے اور نفس کی سہولت کے ماتحت بیس رکعت تراویح کی بجائے آٹھ ہی پڑھ کر ٹال دیا جائے۔ عبادت سے روکنا۔

اور پھر ایسی عبادت سے جس پر خلفائے راشدین۔ صحابہ کرام تابعین' تبع تابعین' سلف صالحین سے لے کر خلف لاحقین تک کا اجماع (۱۲) ہو چکا ہو' سمجھ نہیں آتا کہ کون سا (۱۳) مذہبی کام ہے اور کس طرح اس کام کے عوض ثواب کی امید قائم کی جا رہی ہے مذکورہ رسالہ کو دیکھ کر ہو سکتا ہے کہ بعض ناقص الفہم اشخاص اس فریب میں مبتلا ہو جائیں اور رہی سہی عبادت میں تخفیف کر دیں اس لیے ضروری ہے کہ تراویح کے متعلق کتاب و سنت اور عقل و نقل کی روشنی میں یہ تحقیق کی جائے کہ آیا آٹھ رکعت تراویح سنت اور حدیث صحیح سے ثابت ہیں اور کیا واقعی بیں رکعت تراویح پڑھنا بدعت ہے یا حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے کہ بیں رکعت پڑھنا سنت ہے اور آٹھ رکعت تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اس مسئلہ میں حق کی تحقیق کروں۔ اور باطل کا بطلان ظاہر کر دوں۔ چنانچہ اپنی علمی بے بضاعتی و کم مائیگی کے باوجود خدا کی امداد و اعانت کے بھروسہ پر شروع کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔

سند کے اعتبار سے حدیث کے درجات

اہل حدیث - جس حدیث کی اسناد سے بحث کی جاتی ہے اس کے تین درجے ہیں صحیح' حسن' ضعیف' اول جس کے راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں۔ دوم جس کے راوی دوسرے درجہ کے ہوں۔ سوم جس کے راوی کمزور ہوں۔ اول و دوم دونوں حجت ہیں تیسری حجت نہیں۔ مولوی عبیدی صاحب نے کہا ہے کہ آٹھ تراویح صحیح حدیث سے ثابت نہیں "تو گویا ان کے نزدیک حسن سے ثابت ہیں اور جب حسن سے آٹھ پر اکتفا ثابت ہو گئی تو باقی سنت نہ رہیں بلکہ زائد نوافل ہو گئے خواہ کوئی پڑھے یا نہ۔ یا کوئی نفل سمجھ کر بیس سے بھی زائد پڑھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ اب خواہ مخواہ بیس پر مجبور کرنا اور اسی کو سنت کہنا یہ سراسر زیادتی ہے۔ اور جس نے بیس کو بدعت کہا ہے اس کی یہی مراد ہے ورنہ کوئی نوافل سمجھ کر پڑھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

حنفی - اس بارے میں اول تو ہم اس رسالہ "مصابیح فی تحقیق التراویح کے متعلق غیر مقلد دوستوں سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ رسالہ مذکورہ کے ٹائیٹل پیج پر رسالہ کی اہمیت کو بڑھانے کے لیے جو "مصنف" امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ" لکھا گیا ہے اس کے متعلق یہ دریافت طلب امر ہے کہ کیا علامہ سیوطیؒ کو آپ اور آپ کی جماعت امام تسلیم کرتی ہے؟ اگر کرتی ہے تو ظاہر ہے کہ امام وہ کہلاتا ہے جس کی تقلید کی جائے

نماز میں یا احکام اسلام میں۔ نماز میں تقلید تو متصور ہی نہیں ہو سکتی تو ضرور احکام اسلام میں آپ کے امام ہوں گے۔ تو کیا آپ حضرات علامہ سیوطیؒ کی تقلید فرمانے لگے؟ اگر ایسا ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد۔

اب تقلید شخصی کو شرک کہنے سے توبہ ضروری ہے۔ اور اگر آپ ان کو اپنا امام تسلیم نہیں کرتے تو پھر آپ کا امام لکھنا صراحۃ منافقت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جو بات یا جو خیال آپ کے قلب میں نہیں وہ زبان و قلم سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نیز اگر آپ ان کی تقلید نہیں کرتے تو ایسے شخصوں کا قول یا رسالہ اپنے کسی مدعا میں پیش کرنا جس کی تقلید خود آپ نہ کرتے ہوں کم از کم ایک غیر مقلد اور تقلید شخصی کو شرک و بدعت کہنے والے کے لیے تو بالکل ہی قابل شرم بات ہے۔ یہ عجیب بات ہے جو آپ حضرات نے اپنے مسلک کی اشاعت میں اختیار کی"

<u>اہل حدیث</u> - مولوی عبیدی صاحب نے "امام" کے معنی کیے ہیں" جس کی تقلید کی جائے۔

<u>امام کا معنی</u>۔ حالانکہ امام کے یہ معنی من گھڑت ہیں۔ آج تک کسی نے امام کے معنی میں تقلید کی شرط نہیں کی۔ تقلید کے معنی ہیں "بغیر دلیل کے یا بغیر معرفت دلیل کے کسی کی بات لینا" امام وہ ہے جو احکام خداوندی کی ہدایت کرے۔

قرآن مجید میں ہے۔ وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا۔ یعنی ہم نے ان کو امام بنا دیا وہ ہمارے امر کے ساتھ لوگوں کو ہدایت کرتے"

دیکھیے! اس میں یہ کوئی شرط نہیں کہ "بغیر دلیل کے یا بغیر معرفت دلیل کے ان کی بات لے جو تقلید کے معنی ہیں۔ پھر نماز کا بھی امام ہوتا ہے کیا مقتدی اس کی تقلید کرتے ہیں؟ حدیث میں ہے۔ انما جعل الامام لیوتم بہ۔ یعنی امام صرف اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ تو اگر مقتدی بنا تقلید کرتا ہے تو معاذ اللہ اس سے لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کی ہو کیونکہ آپ ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم وغیرہ کتاب الصلوۃ۔

اور اگر فرضی طور پر تسلیم کیا جائے کہ امام کے معنی ہیں "جس کی تقلید کی جائے تو بھی امام سیوطیؒ کی تقلید نہ کرنے والوں کے لیے ان کا قول تائید کے لیے پیش کرنے میں

کوئی حرج نہیں۔ تائید میں تو انسان مخالف کا قول بھی پیش کر سکتا ہے چنانچہ صداقت اسلام میں کئی رسائل لکھے گئے ہیں جن میں مخالفین اسلام کی رائیں جمع کی گئی ہیں اور اسی بناء پر کہا گیا ہے۔

الفضل ماشھدت بہ الاعداء "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"

خدا جانے مولوی عبیدی صاحب کس دنیا میں رہتے ہیں جن کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ تائید میں جب مخالف کی بات بھی پیش ہو سکتی ہے تو موافق پر کیا اعتراض ؟

حنفی - اس کے بعد ایک گذارش یہ کرنی ہے کہ اس رسالہ کے مترجم نے بحیثیت مترجم ہونے کے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کیا اور بہت سی جگہ ترجمہ میں اپنی طرف سے گھٹاؤ بڑھاؤ کیا ہے جو کھلی بددیانتی ہے۔ مترجم کو اس کا بالکل اختیار نہیں ہوتا ہاں شارح ایسا کر سکتا ہے ہم بخوف طوالت اس کی تفصیل چھوڑتے ہیں۔ صرف ایک مثال پیش ہے ولم یثبت ذہ کا ترجمہ " اور یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی " کیا ہے۔ اس میں "بھی" اپنی طرف سے اضافہ ہے۔

ناظرین سے یہ عرض ہے کہ جو شخص اپنی ذمہ داری کا احساس نہ رکھتا ہو اس کی کسی تحریر یا ترجمہ پر اردو دان طبقہ کو ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایسے لوگوں کی تحریرات قابل اعتماد نہیں ہو سکتیں"

اہل حدیث - امام جلال الدین سیوطیؒ کی شخصیت چونکہ بہت بڑی ہے اور اس وجہ سے مولوی عبیدی صاحب کو خطرہ ہوا کہ کہیں ان کی تحریر کا لوگوں پر اثر نہ پڑے اس لیے اس کے ترجمہ سے لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر جو کچھ اعتراض کیا ہے اس کی صرف ایک مثال پیش کی ہے کہ ولم یثبت ذہ کے ترجمہ میں "بھی کا لفظ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔ اس کا جواب یہ کہ لفظ "اور" اور لفظ "بھی" سے ایک ہی مراد ہے۔ گویا لفظ "بھی" "اور" کی تائید ہے۔ اس سے مطلب نہیں بدلا۔ پس سارے رسالہ سے بطور سوال آپ کا اس کو پیش کرنا اور ایسی مثال پیش نہ کرنا جس سے مطلب بگڑے' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو صحت ترجمہ تسلیم ہے۔

"مسئلہ تعداد رکعت تراویح"

حنفی - اس مسئلہ میں بیس رکعت تراویح ہونے پر ہم بعد میں بحث کریں گے پہلے رسالہ مصابیح سے جو ثابت ہو رہا ہے اس پر غور فرمایئے

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے جن دلائل سے اور جس حدیث سے تراویح کی آٹھ رکعت ہونا ثابت کیا ہے ان سے نہ آٹھ رکعت سنت (۱۴) ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ بیس رکعت کا بدعت ہونا۔

اس لیے کہ بیس رکعت کا رد کرتے ہوئے انہوں نے بیس رکعت والی حدیث کے راوی ابو شیبہ کی تضعیف کر کے اس کو ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ ہم ابو شیبہ کی تضعیف پر بھی فی الحال بحث نہیں کرتے۔ تھوڑی دیر کے لیے فرض (۱۵) کر لیجئے کہ وہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن تحقیق طلب یہ امر ہے کہ وہ حدیث جس کو علامہ رحمتہ اللہ علیہ نے آٹھ رکعت کے ثبوت میں پیش کیا ہے اس سے آٹھ رکعت ثابت (۱۶) ہوتی ہیں یا نہیں۔ اس پر بحث کرنے کے بعد پھر ان دلائل کو پیش کیا جائے گا جن سے بیس رکعت تراویح کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اول ہم وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جس کو علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے آٹھ رکعت کے ثبوت میں مختصراً" نقل کیا ہے، صحیح بخاری سے پوری روایت نقل کرتے ہیں۔

عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن انه اخبره انه سأل عائشة رضی اللّٰه عنها کیف کانت صلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی رمضان فقالت ماکان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشر رکعة یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیونکر تھی نماز رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھا کرتے تھے۔ چار پڑھتے تھے اس طرح کہ ان

طولھن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثاً (بخاری شریف صفحہ نمبر ۱۵۴ ج۔۱

کی خوبی اور طوالت کو مت پوچھ یعنی بہت طول اور اچھی ۔۔ پڑھتے) پھر چار پڑھتے جن کے حسن و طوالت کو مت پوچھ پھر تین پڑھتے" (بخاری)

یہی وہ حدیث ہے کہ جس کو علامہ سیوطیؒ آٹھ رکعت کے ثبوت میں بحوالہ بخاری اپنے رسالہ میں پیش کر رہے ہیں اور اسی پر تمام غیر مقلدین کا زور استدلال آخر میں جا کر ختم ہو جاتا (۱۷) ہے۔

لیکن اس حدیث کو جب ہم دوسری احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے تراویح کی آٹھ رکعت ثابت نہیں ہوتی۔ آپ بھی غور فرمایئے کہ "آیا حقیقتاً" اس سے تراویح کی آٹھ رکعت کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں صرف ظاہری الفاظ پر نظر نہ کیجئے بلکہ مفہوم حدیث سمجھنے کی کوشش فرمایئے۔

<u>اہل حدیث</u> - اس حدیث کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بھی اس سے آٹھ تراویح ثابت ہوتی ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ قیام رمضان یا نماز رمضان تراویح کو کہتے ہیں۔ یہ قدیمی محاورہ ہے فقہ اور حدیث کی کتابوں میں جہاں قیام رمضان یا نماز رمضان کا ذکر ہوتا ہے وہاں تراویح ہی مراد ہوتی ہیں۔ ملاحظہ ہو ہدایہ اور مشکوۃ وغیرہ۔ نیز ملاحظہ ہو مولوی عبیدی صاحب کی دلیل نمبر اول کی حدیث من قام رمضان۔ اور دلیل نمبر ۳ کی حدیث والی سننت للمسلمین قیامہ۔ وغیرہ۔ ان سے مولوی عبیدی صاحب نے تراویح مراد بتلائی ہے۔

پس جب یہ بات معلوم ہوئی کہ قیام رمضان یا نماز رمضان سے تراویح ہی مراد ہوتی ہیں تو اب ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد اور تراویح ایک ہی تھیں کیونکہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے نماز رمضان یعنی تراویح سے سوال کیا ہے جس کا جواب حضرت عائشہ ؓ نے یہ دیا ہے کہ نبی ﷺ گیارہ رکعت پڑھتے تھے لیکن غیر رمضان کا ذکر کر کے یہ بات بھی سمجھا دی کہ جو غیر رمضان میں حضرت ﷺ کی تہجد ہوتی تھی وہی رمضان میں آپ ﷺ کی تراویح تھی۔

علاوہ اس کے اس حدیث میں نماز کے اخیر میں وتر پڑھنے کا ذکر ہے اور وتر اول رات بھی نبی ﷺ سے ثابت ہیں۔ پس تہجد بھی اول رات ثابت ہو گئی۔ پس وہی تراویح

بن گئی۔ وھوالمقصود مشکوۃ میں ہے۔

عن عائشۃ قالت من کل اللیل اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اول اللیل واوسطہ واخرہ وانتھی وترہ الی السحر متفق علیہ (مشکوۃ) باب الوتر (ص ۱۱ ج ا

ترجمہ! حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر اول رات بھی پڑھے ہیں اور درمیان رات بھی اور اخیر رات بھی آپ ﷺ کے وتر سحری تک پہنچے ہیں

اس حدیث میں وتر اول رات ہونے کی تصریح ہے پس تہجد اول رات ہو گئی اور وہی تراویح بن گئی۔

<u>حنفی</u> - حدیث بالا کے معنی اور مطلب پر غور کرنے سے قبل ضروری ہے کہ پہلے ہم اس بات پر غور کرلیں کہ۔

کیا تہجد اور تراویح کی دو نمازیں جداگانہ ہیں یا دونوں ایک ہی نماز ہے جس کے اختلاف زمانے کے اعتبار سے دو نام رکھ دیئے گئے ہیں۔

عقلاً" یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی دو شی کا ایک ہونا یا جدا جدا ہونا ان کی خصوصیات اور احکام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا جب ہم ان دونوں کے احکامات و خصوصیات پر غور کرتے ہیں تو دونوں میں بہت سی خصوصیات کی وجہ سے بالکل مغائیت معلوم ہوتی ہے اور ان خصوصیات سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تہجد اور تراویح ایک ہی چیز ہیں۔ حضرات غیر مقلدین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔ جب رمضان میں آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو ان کا نام ان کی اصطلاح میں تراویح ہے اور جب یہی آٹھ رکعت رمضان کے بعد آخر شب میں پڑھی جائیں تو یہ نماز تہجد ہے یہی وہ زبردست مغالطہ (۱۸) ہے جس میں مبتلا ہو کر انہوں نے مذکورہ بالا حدیث کو جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تہجد کا ذکر کرتے ہوئے آٹھ رکعت بتلائی ہیں۔ تراویح کی تعداد رکعت پر محمول کرلیا ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ اس مغالطہ کو دور کرنے کے لیے ہم نماز تراویح اور تہجد کی وہ خصوصیات پیش کریں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں ایک نماز کا نام نہیں بلکہ یہ دونوں نمازیں جدا جدا ہیں اور علیحدہ علیحدہ اوقات میں مشروع ہوئیں چونکہ یہ خصوصیات ان دونوں نمازوں کے امتیاز و افتراق کے لیے دلیل قاطع (۱۹) ہوں گی اس لیے

ہم ان کو دلائل سے تعبیر کریں گے۔"

اہل حدیث - یہ قاعدہ کہ دو شے کا ایک ہونا یا جدا جدا ہونا ان کی خصوصیات اور احکامات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے "یہ قاعدہ عقلیات میں تو صحیح ہے کیونکہ وہاں اقتضاء ذات پر مدار ہے لیکن شرعیات کے لحاظ سے اس میں کلام ہے کیونکہ یہاں شارع کا اختیار ہے۔ مثلاً" ظہر۔ عصر۔ عشاء کی نماز سفر میں دو رکعت ہے اور حضر میں چار مگر نماز وہی ہے۔ یہ نہیں کہ سفر میں ظہر یا عصر یا عشاء ہے اور حضر میں کچھ اور ہے یا حضر میں ظہر۔ عصر عشاء ہے اور سفر میں کچھ اور۔ پھر اس قاعدہ کے استعمال میں بہت دفعہ غلطی ہو جاتی ہے کہ جو خصوصیات احکام نہیں ان کو خصوصیات احکام سمجھ لیا جاتا ہے اور آپ سے ایسا ہی ہوا ہے چنانچہ یہ سب کچھ آئندہ معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا جدا جدا؟ (۲۰)

حنفی - وہ دلائل جن سے نماز تہجد اور نماز تراویح کا جدا جدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دلیل اول - تہجد اور تراویح کی مشروعیت کا سبب جدا جدا ہے تو معلوم ہو کہ وہ نمازیں بھی جدا جدا ہیں۔ جس طرح نماز ظہر اس وقت واجب ہوتی ہے جب ظہر کا وقت آوے اور عصر کی اس وقت جب وقت عصر آجاوے۔ ظہر کا وقت آجانے سے عصر کی نماز فرض نہیں ہوتی۔ پس جب دونوں کے وجوب کا سبب دو وقت الگ الگ ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں نمازیں بھی الگ الگ ہیں چنانچہ اس وجہ سے کوئی شخص ظہر اور عصر کی دو نمازوں کو ایک نماز نہیں کہتا اسی طرح تراویح کی مشروعیت کا سبب رمضان شریف (۲۱) کا آنا ہے اس وجہ سے تراویح رمضان کے ساتھ مخصوص ہے اور رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے نہ کہ دوسرے اوقات میں بخلاف نماز تہجد کے کہ وہ رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں اس لیے کہ اس کا سبب رمضان نہیں اسی لیے وہ رمضان وغیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔ تراویح کا رمضان کے ساتھ مخصوص ہونا ذیل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قام رمضان ایمانا" واحتسابا" غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری شریف) ص ۲۵۵ ج ۱

حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص رمضان کا قیام کرے محض ثواب اور ایمان کی وجہ سے اس کے پچھلے گناہ بخشے جائیں گے

اس حدیث سے معلوم ہے کہ قیام اللیل کو ایام رمضان کے ساتھ مخصوص کیا اور قیام کا سبب رمضان قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ تراویح کا سبب رمضان ہے اور ظاہر ہے کہ نماز تہجد کا سبب رمضان نہیں بلکہ وہ تمام سال میں برابر پڑھی جاتی ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ نماز تراویح اور ہے نماز تہجد اور ہے دونوں ایک نہیں ورنہ دونوں کی مشروعیت بھی ایک ہی سبب سے ہوتی۔

اہل حدیث - قیام کا سبب رمضان کو قرار نہیں دیا بلکہ رمضان سے فضیلت بڑھ جاتی ہے اس لیے خصوصیت سے ترغیب دی گئی ورنہ نماز وہی تہجد ہے جو بارہ ماہ پڑھی جاتی ہے۔ ہم یہاں مشکوۃ

اور ترغیب ترہیب منذری وغیرہ سے چند روایتیں ذکر کرتے ہیں جن سے اس کی وضاحت ہو جائے گی انشاء اللہ۔

(۱) مسند احمد میں حدیث ہے کہ "جو مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازیں پڑھے وہ آگ عذاب نفاق سے بری ہو جاتا ہے" اور اسی بناء پر جو لوگ مدینہ منورہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ وہ آٹھ دن ٹھہر کر وہاں چالیس نمازیں پوری کرتے ہیں۔ بتلائیں جو مسجد نبوی ﷺ میں نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہ اور ہوتی ہیں اور جو باہر پڑھی جاتی ہیں وہ اور ہوتی ہیں' ہرگز نہیں بلکہ یہ وہی ہوتی ہیں چونکہ مسجد نبوی ﷺ میں فضیلت بڑھ جاتی ہے اس لیے خصوصیت سے ترغیب دی گئی ہے۔

ترغیب ترہیب کتاب الصیام صفحہ ۷۱ میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ مختصرا" وفی روایۃ للنسائی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ ومن قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا" غفر لہ ماتقدم من ذنبہ وفی حدیث قتیبۃ وماتاخر قال الحافظ انفرد بھذہ الزیادۃ قتیبۃ بن سعید عن سفیان وھو ثقۃ ثبت واسنادہ علی شرط الصحیح ورواہ احمد بالزیادۃ بعد ذکر الصوم باسناد حسن الا ان حماد اشک فی وصلہ او ارسالہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو لیلۃ القدر کا قیام کرے محض ایمان اور ثواب کی وجہ سے اس کے گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے۔ اس کو بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ نے مختصر روایت کیا ہے اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ماہ رمضان کے روزے رکھے محض ایمان اور ثواب کی وجہ سے اس کے گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے اور جو لیلۃ القدر کا قیام کرے محض ایمان اور ثواب کی وجہ سے اس کے بھی گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے اور قتیبہ کی حدیث میں بعد کے گناہوں کی معافی کا بھی ذکر ہے"

دیکھئے اس میں لیلۃ القدر کے قیام کی ترغیب ہے حالانکہ یہ تہجد اور تراویح سے جدا شے

نہیں۔ اسی طرح تہجد اور تراویح کو سمجھ لینا چاہیے۔

حنفی - دلیل دوم۔ تراویح کے فضائل میں حضورؐ نے فرمایا کہ جو تراویح ایمان کے ساتھ خلوص نیت سے پڑھے گا اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ لیکن تہجد کی نماز کے متعلق یہ فضیلت کبھی ذکر نہیں فرمائی' اس میں اور دیگر فضائل بیان ہوئے مگر یہ خصوصیت صرف تراویح کے ساتھ ذکر فرمائی اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں ہرگز ایک نہیں ہیں بلکہ دو جداگانہ نمازیں ہیں جن کے فضائل بھی علیحدہ علیحدہ ہیں"

اہل حدیث - ترغیب ترہیب منذری (باب) ترغیب قیام اللیل صفحہ ۵۴۵ ج ا میں ہے۔

عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم ومقربہ لکم الی ربکم ومکفرۃ للسیئات ومنہاۃ عن الاثم ومطردۃ للداء عن الجسد رواہ الطبرانی فی الکبیر من روایۃ عبدالرحمٰن بن سلیمان بن ابی الجون ورواہ الترمذی فی الدعوات من جامعہ من روایۃ بکر بن خنیس عن محمد بن سعید الشامی عن ربیعۃ بن زید عن ابی ادریس الخولانی عن بلال رضی اللہ عنہ وعبدالرحمٰن بن سلیمان اصلح حالا من محمد بن سعید وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ رجلا قام من اللیل فصلی وایقظ امراتہ فان ابت نضح فی وجھھا الماء ورحم اللہ امراۃ قامت

ترجمہ۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیام اللیل لازم پکڑو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیکوں کی خصلت ہے اور خدا کا قرب ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور آئندہ کے لیے گناہ سے رکاوٹ ہے اور بدن سے بیماری کو دور کرتا ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اس شخص پر رحم کرے جو رات کو کھڑا ہو۔ پس نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اگر انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارے۔ اور خدا اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کو کھڑی ہو پس نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے اگر انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے اور طبرانی کبیر میں ابو مالک اشعری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

من اللیل فصلت وایقظت زوجها فان
ابی نضحت فی وجهه الماء رواہ ابو داؤد
وھذا لفظہ والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمۃ وابن
حبان فی صحیحیھما والحاکم وقال صحیح
علی شرط مسلم وروی الطبرانی فی
الکبیر عن ابی مالک الاشعری قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من
رجل یستیقظ من اللیل فیوقظ امرأتہ
فان غلبھا النوم نضح فی وجھھا الماء
فیقومان فی بیتھما فیذکران اللہ
عزوجل ساعۃ من اللیل الا غفر لھما
عن ابی ھریرۃ وابی سعید رضی اللہ
عنھما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا ایقظ الرجل اھلہ من اللیل
فصلیا او صلی رکعتین جمیعا کتبا فی
الذاکرین والذاکرات رواہ ابو داؤد
وقال رواہ ابن کثیر موقوفا علی ابی سعید
ولم یذکر ابا ھریرۃ ورواہ النسائی و
ابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم
والفاظھم متقاربۃ من استیقظ من
اللیل وایقظ اھلہ فصلیا رکعتین زاد
النسائی جمیعا کتبا من الذاکرین اللہ
کثیرا والذاکرات قال الحاکم صحیح
علی شرط الشیخین۔

وسلم نے فرمایا۔ کوئی شخص ایسا نہیں
جو رات کو جاگے پس اپنی بیوی کو بھی جگائے
اگر اس پر نیند کا غلبہ ہو تو اس کے منہ پر پانی
چھڑکے۔ پس دونوں اپنے گھر میں کھڑے ہوں
پس ایک گھڑی رات سے خدا کو
یاد کریں مگر وہ دونوں بخشے جائیں گے
اور ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ سے روایت
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب مرد اپنے اہل کو جگائے اور دونوں
اکٹھے دو رکعتیں پڑھیں تو وہ خدا کی یاد
کرنے والوں میں لکھے جاتے ہیں
——— ان احادیث میں قیام اللیل
کو گناہوں کا کفارہ اور گناہوں کی بخشش
کا ذریعہ قرار دیا ہے جیسے قیام رمضان
گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔ پس
اس حیثیت سے ان دونوں میں کوئی
فرق نہ رہا پس اس کو دلیل بنانا غلط
ہو گیا۔
نیز قیام لیلۃ القدر کی حدیث اوپر
الگ گذر چکی ہے۔ اس میں بھی گناہوں
کی معافی کا ذکر ہے حالانکہ اس میں بھی
قیام اللیل آ جاتا ہے۔ پس گناہوں
کی معافی تراویح کی خصوصیت نہ رہی
علاوہ اس کے قیام رمضان کے
ساتھ گناہوں کی معافی کا ذکر اس سے لازم نہیں آتا کہ یہ تراویح کی خصوصیت ہو جائے

کیونکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تراویح کی خصوصیت تب ہوتی جب تراویح تہجد سے الگ ثابت ہو جائے ورنہ ایک ہونے کی صورت میں ایک کے ساتھ ذکر بعینہٖ دوسرے کے ساتھ ذکر ہے۔ پس تراویح کی خصوصیت نہ رہی۔ فافہم

حنفی - دلیل سوم ۔ تراویح اور نماز تہجد دونوں الگ الگ زمانہ میں مشروع ہوئیں ہیں چنانچہ بالاتفاق علماء تہجد کی مشروعیت سورۃ مزمل کی اس آیت سے ہوئی۔

یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا	اے چادر اوڑھنے والے گذارو رات کو مگر تھوڑی دیر

یہ آیت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی تو تہجد مکہ معظمہ میں مشروع ہوا بخلاف تراویح کے کہ اس کی مشروعیت رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد ہوئی اور قیام رمضان تہجد کی نماز کے بعد فرض ہوا۔ اگر دونوں نمازیں ایک ہی ہوتیں تو ایک ہی وقت میں مشروع ہوتیں۔ معلوم ہوا کہ دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں کیونکہ ان کی مشروعیت کا زمانہ بھی الگ الگ ہے۔

اہل حدیث - دلیل اول کے جواب میں گذر چکا ہے کہ رمضان مشروعیت کا سبب نہیں بلکہ اسی قیام اللیل کی رمضان میں چونکہ زیادہ فضیلت تھی اس لیے رمضان اترنے کے وقت اس کو خصوصیت سے ذکر کردیا ورنہ شے وہی ہے جیسے قیام لیلۃ القدر۔

حنفی - دلیل چہارم

عن عبدالرحمٰن بن عوف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر شھر رمضان فقال ان رمضان شھر افترض اللہ صیامہ وانی سننت للمسلمین قیامہ قیام اللیل مروزی ۔ ص ۱۰۱	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ماہ رمضان کا ذکر فرما کر کہا کہ رمضان میں روزے اللہ نے فرض کیے اور تراویح کو میں مسلمانوں کے لئے مسنون کیا اس سے روزے فرض ہونے کے بعد تراویح کا مشروع ہونا معلوم ہوا۔

اہل حدیث -

عن سلمان الفارسیؓ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر یوم من شعبان فقال ایھا الناس	ترجمہ۔ سلمان فارسی ؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آخری دن شعبان میں خطبہ دیا۔ فرمایا

قد اظلکم شہر عظیم شہر مبارک شہر فیہ لیلۃ خیر من الف شہر جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیام لیلہ تطوعا (الحدیث) مشکوۃ ص ۱۷۳ ج ۱

لوگو! بڑی شان اور برکت والے ماہ نے تم پر سایہ ڈالا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے خدا نے اس کا روزہ فرض کر دیا اور اس کی رات کا قیام نفل کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیام بھی خدا ہی کی طرف سے مشروع ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ترغیب دی اس لیے آپ ﷺ کی طرف بھی اس کی نسبت کر دی گئی جیسے دوسری حدیث میں تصریح ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ مشکوۃ باب قیام شہر رمضان) ص ۱۱۴ ج ۱

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے بغیر اس کے کہ ان کو بطور لزوم حکم دیں پس فرماتے جو شخص رمضان کا قیام کرے محض ایمان اور ثواب کی وجہ سے اس کے گذشتہ گناہ معاف کیے جائیں گے۔

علاوہ اس کے حدیث (وانی سننت للمسلمین قیامہ) ضعیف ہے اس میں نضر بن شیبان ایک راوی ہے۔ اس کو تقریب میں لین الحدیث لکھا ہے۔ یعنی ضعیف حدیث والا ہے۔ اسی طرح میزان الاعتدال میں اس پر جرح کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی یہ ایک ہی حدیث ہے اور اس میں بھی ثقوں کا مخالف ہے۔ اسی طرح تہذیب التہذیب وغیرہ میں ہے۔ پس جب یہ حدیث ضعیف ہوئی تو عبیدی صاحب کے استدلال کی جڑ ہی کٹ گئی۔ والحمد للہ علی ذلک

حنفی ۔ اس بارے میں ایک دوسری حدیث بھی موید ہے۔

عن سعد بن ھشام قال قلت لعائشۃ رضی اللہ عنہا انبئینی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الست تقرء ھذہ السورۃ یایھا المزمل قال بلی

سعد بن ہشام سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ مجھے خبر دیجئے رسول اللہ ﷺ کے قیام سے یعنی تہجد سے فرمایا کیا تم نے سورہ مزمل نہیں پڑھی کہا کہ ہاں۔ فرمایا اللہ نے فرض کیا قیام لیل

قال ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول هذا السورۃ فقام رسول اللہ ﷺ وسلم واصحابہ حولاً حتی انتفخت قدامهم وامسک اللہ خاتمها فی السماء اثنی عشر شهراً ثم انزل التخفیف فی آخر هذہ السورۃ وصار قیام اللیل تطوعا من بعد فرضہ

تہجد کو اس سورہ کے اول میں اصحاب نے تہجد پڑھی ایک سال تک یہاں تک کہ ان کے پیر ورم کر گئے اور روک لیا اللہ نے اس سورہ کے آخر کو بارہ ماہ تک پھر تخفیف نازل ہوئی اس سورہ کے آخر میں اور تہجد کی نماز پہلے فرض تھی اب نفل ہو گئی۔ (مسلم و احمد و ابوداؤد و نسائی و بیہقی وغیرہم)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد کا حکم مکہ میں ہوا اور حضور ﷺ مکہ ہی سے تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ پس تہجد کا حکم مکہ میں نازل ہونے سے اور تراویح کی مشروعیت مدینہ میں ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ دراصل یہ دونوں نمازیں ایک نہیں بلکہ الگ الگ ہیں"

اہل حدیث - دلیل سوم کے جواب میں گذر چکا ہے کہ رمضان کی فضیلت کی وجہ سے خصوصیت سے آپ ﷺ نے ترغیب دی ہے ورنہ قیام لیل سے کوئی الگ شے نہیں۔ مولوی عبیدی کو دلائل کے نمبر بڑھانے کا شوق بار بار ایک بات کو لوٹانے پر آمادہ کر رہا ہے۔

حنفی - دلیل پنجم - یہ کہ تہجد کا ثبوت قرآن سے ہوا ہے۔ جیسا کہ حدیث عائشہ ؓ سے معلوم ہوا اور تراویح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمایا جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے اس جملہ سے پتہ چلتا ہے۔

افترض اللہ صیامه وانی سننت للمسلمین قیامه

رمضان کے روزے تو اللہ نے فرض کیے لیکن مسلمانوں کے لیے اس کا قیام میں نے مسنون کیا۔

اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ تراویح تہجد الگ الگ نمازیں ہیں اگر ایک ہوتیں تو حضور ﷺ یوں۔ فرماتے کہ میں نے مسنون کیا۔ (ص ۱۰)

اہل حدیث - یاد رہے کہ قیام رمضان بھی صیام رمضان کی طرح قرآن سے مشروع ہوا ہے چونکہ آپ ﷺ اس کی ترغیب دیتے اس لیے آپ ﷺ کی طرف بھی اس کی نسبت صحیح ہو

گئی۔ پھر یہ حدیث ہی ضعیف ہے چنانچہ دلیل چہارم میں تقریب التہذیب اور میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب وغیرہ کے حوالہ سے گذرا ہے۔

علاوہ اس کے دلیل دوم کے جواب میں ہم نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ تہجد تراویح سے الگ ہے۔ ورنہ ایک ہونے کی صورت میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب تہجد ہی قیام رمضان ہوا تو قیام رمضان قرآن مجید کے تحت آ گیا مگر مولوی عبیدی صاحب کو دلائل کے نمبر بڑھانے کا شوق ہے اس لیے بار بار انہی باتوں کا اعادہ کیے جا رہے ہیں تاکہ نمبر شماری کا اثر پڑ جائے اللہ۔

حنفی - دلیل ششم تہجد اول فرض ہوئی بعد میں یہ حکم منسوخ ہو کر تہجد نفل ہو گئی لیکن تراویح کی نسبت یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی وقت وہ فرض تھی بعد میں نفل ہو گئی معلوم ہوا کہ تراویح و تہجد ایک نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ تراویح بھی فرض ہوئی تھی اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اہل حدیث - بار بار مرغ کی ایک ہی ٹانگ۔ پہلے تہجد کو تراویح سے الگ ثابت کرو پھر اس قسم کی باتیں کرو۔ ورنہ ایک ہونے کی صورت میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ قیام اللیل جب نفل ہو گیا تو رمضان میں وہی قیام رمضان ہے جیسے لیلۃ القدر میں وہی قیام لیلۃ القدر ہے چنانچہ دلیل اول میں گذر چکا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دریا اٹک اور سندھ ایک جگہ اس کا نام اٹک ہے دوسری جگہ پہنچا دوسرا نام ہو گیا۔

تراویح اور تہجد جدا جدا ہیں۔ حنفی - دلیل ہفتم : تراویح اور تہجد کو حضور ﷺ نے دو وقتوں میں جدا جدا ادا فرمایا ہے "تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ آخر شب میں پڑھا ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ینام اول اللیل ویحیی آخرہ (متفق علیہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم اول رات میں سوتے
تھے اور آخر شب میں قیام فرماتے تھے۔

اہل حدیث - افسوس ہے مولوی عبیدی صاحب کی قرآن مجید پر بھی نظر نہیں سورہ مزمل میں خدا تعالیٰ نے قیام اللیل کا اندازہ دو ثلث رات بھی ذکر کیا ہے اور دو ثلث تبھی ہوتے ہیں جب اول رات سے شروع ہو۔ اور تراویح میں اول شب سے یہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کہ سورج

غروب ہوتے ہی شروع کر دیتے بلکہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہے جس میں کافی حصہ رات کا گذر جاتا ہے پس مراد اول شب سے نصف رات سے پہلے ہے اور وہی قرآن مجید سے ثابت ہو گیا کیونکہ دو تہائی تبھی ہو گی جب نصف سے پہلے شروع کرے پس تہجد اور تراویح میں فرق نہ رہا۔ پھر ایک دلیل وہی حضرت عائشہؓ کی رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت والی حدیث ہے چنانچہ شروع میں گذر چکی ہے اس کے علاوہ اور کئی احادیث ملاحظہ ہوں۔

(اول) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم افضل الصلاۃ بعد الفریضۃ صلوۃ اللیل رواہ مسلم (ترغیب ترہیب منذری)

ترجمہ۔ افضل روزوں کا بعد رمضان کے مہینہ محرم الحرام ہے اور افضل نماز فرض کے بعد صلوۃ اللیل ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ قیام رمضان بھی صلوۃ اللیل میں داخل ہے کیونکہ اگر دونوں الگ الگ ہوں تو لازم آئے گا کہ صلوۃ اللیل مطلقاً قیام رمضان سے افضل ہو حالانکہ یہ غلط ہے۔

(دوم) عن غضیف بن الحارث قال قلت لعائشۃ ارایت رسول اللہ ﷺ کان یغتسل من الجنابۃ فی اول اللیل او فی اٰخرہ قالت ربما اغتسل فی اول اللیل وربما اغتسل فی اٰخرہ قلت اللہ اکبر الحمد للہ الذی جعل فی الامر سعۃ قلت ارایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر اول اللیل ام فی آخرہ قالت ربما اوتر فی اول اللیل وربما اوتر فی اٰخرہ قلت اللہ اکبر الحمد للہ الذی جعل فی الامر سعۃ قلت ارایت رسول اللہ ﷺ کان یجھر بالقرآن او یخافت بہ

ترجمہ۔ غضیف بن الحارث رحمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت سے غسل پہلی رات کرتے یا پچھلی رات؟ فرمایا کبھی پہلی رات غسل کیا کبھی پچھلی رات میں نے اللہ اکبر کہا اور خدا کی حمد کی (پھر) میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ وتر اول رات میں پڑھتے یا اخیر رات میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کبھی اول رات پڑھتے کبھی اخیر رات میں نے اللہ اکبر کہا اور خدا کی حمد کی میں نے (پھر) کہا کہ آپ ﷺ قرات بلند پڑھتے یا آہستہ فرمایا کبھی بلند پڑھتے کبھی آہستہ۔ میں

قالت ربما جهر وربما خفت قلت الله اکبر الحمد للہ الذی جعل فی الامر سعة رواہ ابو داؤد وروی ابن ماجة الفصل الاخیر

نے اللہ اکبر کہا اور خدا کی حمد کی

ابو داؤد ص ۲۹ ج ۱

اس حدیث میں وتر سے مراد وتر نہیں بلکہ قیام لیل مراد ہے جو وتر اور باقی نماز کو شامل ہے چنانچہ قرات کے بلند اور آہستہ پڑھنے کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق رات کی ساری نماز سے ہے نہ کہ خاص وتر سے اور اس کے نظائر بہت ہیں جیسے مشکوۃ میں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

ولم یکن یوتر بانقص من سبع ولا باکثر من ثلث عشرة رواہ ابو داؤد (مشکوۃ باب الوتر ۱۴۰ ص ۱۱۲)

"ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سے کم اور تیرہ سے زیادہ بھی وتر نہیں پڑھے۔"

اسی طرح اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں لفظ وتر کا ہے لیکن مراد اس سے قیام اللیل ہے۔ پس اسی طرح غضیف بن حارث کی حدیث مذکورہ کو سمجھ لینا چاہیے۔ پس قیام اللیل اول رات خود حضرت عائشہؓ ہی سے ثابت ہو گیا۔

(۳) بخاری میں ہے۔

سوم عن حمید انہ سمع انسا یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفطر من الشھر حتی نظن ان لا یصوم منہ ویصوم حتی نظن ان لا یفطر منہ شیئا وکان لا تشاء ان تراہ من اللیل مصلیا الا رأیتہ ولا نائما الا رأیتہ (بخاری باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل ونومہ الخ) ص ۱۵۳ ج ۱

ترجمہ۔ حمید سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ مہینے سے افطار کرتے یہاں تک کہ ہم گمان کرتے کہ آپ ماہ سے روزہ نہیں رکھیں گے اور آپ روزہ رکھتے یہاں تک ہم گمان کرتے کہ آپ اس سے افطار نہیں کریں گے۔ اور تو نہ چاہتا کہ آپ کو رات میں نماز پڑھتے تھے۔

مگر دیکھ لیتا۔ اور نہ چاہتا کہ رات میں سوئے ہوئے دیکھے مگر دیکھ لیتا"

اس حدیث پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

قولہ وکان لا تشاء ان تراہ من

ترجمہ۔ انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ تو نہ چاہتا کہ

الليل مصليه الخ) أي أن صلوته ونومه كان يختلف بالليل ولا يرتب وقتاً معيناً بل بحسب ما تيسر له القيام ولا يعارضه قول عائشةؓ كان إذا سمع الصارخ قام فإن عائشةؓ تخبر عما لها عليه اطلاع وذلك أن صلوة الليل كانت تقع منه غالباً في البيت فخبر أنس ؓ محمول على ما وراء ذلك وقد مضى في حديثها في أبواب الوتر من كل الليل قد أوتر فدل على أنه لم يكن يخص الوتر بوقت بعينه (فتح الباري جزء ۵ ص ۶۰۲

آپ کو رات میں نماز پڑھتا دیکھے۔ گر دیکھ لیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز اور نیند مختلف طور پر ہوتی تھی۔ اس کا ایک وقت معین نہ تھا بلکہ جیسا اتفاق پڑ جاتا کر لیتے۔ اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ آپ ﷺ مرغ کی اذان سن کر اٹھتے (یعنی اخیر رات قیام کرتے) یہ حضرت انس ؓ کی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اس شے کی خبر دی ہے جس کا ان کو علم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے آپ ﷺ کی رات کی نماز اکثر گھر میں ہوتی تھی (جو عموماً اخیر رات پڑھتے) پس حضرت انس ؓ کی حدیث باہر پر محمول ہے۔ علاوہ اس کے خود حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے وتر رات کے ہر حصہ میں پڑھے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے وتروں کا کوئی خاص وقت مقرر نہ تھا (بلکہ اول رات بھی پڑھ لیتے اور چونکہ وتر اخیر میں پڑھتے تو ساری نماز رات کی اول شب میں ہو گئی۔ یاد وتر سے مراد قیام لیل ہے جو رات کی ساری نماز کا یہ کہنا کہ مرغ کی اذان سن کر اٹھتے یا یہ کہنا کہ کل رات سوتے یعنی آخیر شب قیام فرماتے اس کا اکثر اوقات پر محمول ہونا خود حضرت عائشہؓ ہی کے قول سے معلوم ہو گیا)

چہارم مشکوۃ میں ہے :

عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي فيما بين أن يفرغ من صلوة العشاء إلى الفجر احدى عشرة ركعة الحديث (مشكوة باب صلوة الليل ص ۱۰۵ ج ۱

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے فراغت کے بعد فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے۔

دیکھئے یہاں اخیر رات کی کوئی شرط نہیں بلکہ عشاء کی نماز کے بعد سے کیا ہے۔ اس کی

وضاحت دوسری روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

ماصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء قط فدخل علي الا صلى اربع ركعات او ست ركعات رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ باب السنن ص ۱۰۴ ج ۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء پڑھ کر کبھی میرے پاس نہیں آئے مگر چار رکعت ضرور پڑھی ہیں۔

ان چار چھ میں دو سنتیں ہو سکتی ہیں۔ باقی تہجد میں شامل ہیں۔ کچھ اخیر رات پڑھتے۔ یہ سب ملا کر کل تعداد گیارہ ہو جاتی۔

(۵) ایک صحابی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد دیر تک سوئے پھر اتنی دیر نماز پڑھی جتنی دیر سوئے پھر اتنی دیر سو گئے جتنی دیر نماز پڑھی پھر اتنی دیر نماز پڑھی جتنی دیر سوئے فجر سے پہلے اس طرح تین مرتبہ کیا۔ (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل)

اس کی صورت بجز اس کے کوئی نہیں کہ کچھ نماز آپ کی اول رات ہو۔

عن يعلى بن مملك انه سال ام سلمة زوج النبي ﷺ عن قراءة النبي صلى الله عليه وسلم وصلوته فقالت ومالكم وصلوته كان يصلي ثم ينام قدر ما صلى ثم يصلي قدر ما نام ثم ينام قدر ما صلى حتى يصبح ثم نعتت قراءته فاذا هي تنعت قراءة مفسرة حرفا حرفا رواه ابوداؤد والترمذي والنسائي (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل ص ۱۰۷ ج ۱)

یعلی بن مملک فرماتے ہیں نے رسول اللہ کی بیوی ام سلمہؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءۃ اور نماز کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ تم نبی ﷺ کی نماز کو پوچھ کر کیا کرو گے یہ تو بڑی ہمت کا کام ہے) رسول اللہ نماز پڑھتے پھر جتنی دیر نماز پڑھی اتنی دیر سو جاتے پھر جتنی دیر سوتے اتنی دیر نماز پڑھتے پھر جتنی دیر نماز پڑھی اتنی دیر سو جاتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث میں پہلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے پھر سونے کا اور نمبر ۵ کی حدیث میں پہلے کا ذکر ہے پھر نماز پڑھنے کا گویا کبھی اس طرح کرتے کبھی اس طرح۔ ہر صورت اول رات نماز ثابت ہو گئی۔ اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں۔ ناظرین خیال فرمائیں کہ عبیدی صاحب نے دعویٰ کتنا بڑا کیا ہے مگر حالت یہ ہے کہ نہ قرآن کی خبر ہے نہ حدیث کی یہاں تک کہ مشکوٰۃ جیسی کی متداول کتاب پر بھی عبور نہیں اناللہ۔

(۷) مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۸ میں جابر رضی اللہ عنہ سے سفر حدیبیہ سے واپسی کی طویل روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنایہ مقام میں پہنچے عشاء کا وقت ہو گیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ثم لخلت بزمام ناقته فانختها فقام فصلی العتمة وجابر فيما ذکرلی جنبه ثم صلی بعدها ثلث عشرة سجدة یعنی میں نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر اس کو بٹھا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے عشاء کی نماز پڑھی اور جابر رضی اللہ عنہ کا شاگرد کہتا ہے کہ جو کچھ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اس میں یہ بھی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پہلو میں تھے پھر عشاء کے بعد تیرہ رکعت پڑھیں۔

لیجئے اب معاملہ بالکل صاف ہو گیا آپ خواہ مخواہ کم علمی سے ایک کی دو بنا رہے ہیں خدا سمجھ دے آمین

(۸) مولانا عبدالحی صاحب مجموعہ فتاوی جلد اول صفحہ ۱۸۳ میں لکھتے ہیں۔

در بحر الرائق شرح کنز الدقائق میگوید روی الطبرانی مرفوعا لابد من صلوة بليل ولو حلب شاة وما كان بعد صلوة العشاء فهو من الليل وهو يفيد ان هذه السنة تحصل بعد صلوة العشاء قبل النوم انتهى

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں طبرانی نے مرفوع روایت کیا ہے کہ نماز رات سے چارہ نہیں خواہ بکری کے دوہنے قدر ہو اور جو عشاء کے بعد ہو وہ رات کی نماز میں شمار ہے اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عشاء کے بعد سونے سے پہلے ہو۔

مولوی عبیدی صاحب بتلایئے اب بھی کوئی بات رہ گئی؟ اصل میں مولوی عبیدی صاحب کو اس سے غلطی لگی ہے کہ تہجد اکثر اخیر رات پڑھی جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اخیر رات پڑھتے لیکن مولوی عبیدی صاحب نے یہ خیال نہ کیا کہ یہ تو افضلیت کی وجہ ہے اسے کیونکہ اخیر رات خدا آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بندوں کو بخشش کے لیے اور حاجت روائی کے لیے دعوت دیتا ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل یہی رہا ورنہ تہجد پہلی رات کے منافی نہیں جیسا کہ اس قولی حدیث میں تصریح ہے۔ فافہم۔

حنفی = اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد ابتداء شب میں پڑھا ہو اور نہ یہ ثابت ہوا کہ تراویح آخر شب سے شروع کی ہو بلکہ جن راتوں میں تراویح پڑھنا ثابت ہوا ہے ان میں آپ نے اول ہی شب میں شروع (۲۲) کیا ہے پھر کبھی اول شب میں ختم فرمایا اور کبھی تمام شب میں چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال صمنا مع رسول

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے روزے

اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بناشیئاً من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یارسول اللّٰہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ ونساءہ والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشھر

رکھے حضور ﷺ کے ساتھ۔ آپ نے رمضان میں ہمیں تراویح نہیں پڑھائی لیکن تیسویں شب کو تہائی رات تک پڑھائی پھر چوبیں کو نہیں پڑھائی پھر پچیس کو آدھی شب تک پڑھائی جس پر میں نے عرض کیا بہتر ہو تا کہ بقیہ رات میں بھی آپ ہمیں پڑھاتے تو فرمایا جب کوئی امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے پھر فارغ ہوتا ہے اس کو تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے پھر چھبیس کو نہیں پڑھائی۔ ہم منتظر (۲۳) رہے یہ یہاں تک کہ ایک تہائی رات رہ گئی پھر ستائیس کو آپ نے تمام اہل و عیال اور لوگوں کو جمع کیا اور تمام رات نماز پڑھائی یہاں تک کہ ہم کو خوف ہوا کہ کہیں سحری نہ چھوٹ جائے پھر

(رواہ ابوداؤد ص ۱۹۵ ج الترمذی والنسائی وابن ماجہ) اس کے بعد بقیہ رمضان میں نہیں پڑھائی"

اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء تینوں شب میں اول رات ؒ سے کی۔ ایک شب ثلث لیل تک دوسری بار نصف شب تک تیسری بار تمام شب پڑھائی۔ معلوم ہوا قیام رمضان کے تین درجے ہیں ادنیٰ جو تہائی رات تک اوسط نصف شب تک اعلیٰ تمام شب تک نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح کا وقت شروع (۲۴) شب سے ہے اور تہجد حضور ﷺ نے ہمیشہ آخر شب میں پڑھا۔ کبھی ابتداء شب میں مروی (۲۵) نہیں معلوم ہوا کہ یہ دونوں نمازیں ہرگز ایک نہیں ہیں۔ (صفحہ ۱۳)

۱۷ اہل حدیث - ابوذر کی روایت اہل حدیث کی دلیل ہے مولوی عبیدی صاحب غلطی سے ایسا سمجھ رہے ہیں۔ جب تمام شب تراویح پڑھائی تو تہجد الگ نہ رہی کیونکہ تراویح ہی تہجد بن گئی۔ اور پہلی راتوں میں بھی تہجد الگ پڑھنے کا ذکر نہیں اور ابوذر ؓ کا کہنا کہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ (ہمیں اس رات کا قیام زیادہ کرتے) بھی اس بات کو مؤید ہے کیونکہ اگر تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تو صحابہ تہجد میں شریک ہو سکتے تھے اور اس طرح سے ان کی آرزو پوری ہو سکتی تھی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو راتوں میں بھی تہجد نہیں پڑھی۔ علاوہ اس کے تیسری رات سحری تک اس لیے جاگے ہیں کہ وہ ستائیسویں رات تھی اس کا اہتمام زیادہ کیا۔ اگر پہلی راتوں میں تراویح کے بعد تہجد پڑھی ہو تو پھر ان کا بھی قریباً اتنا ہی اہتمام ہو گیا جتنا ستائیسویں کا ہے بلکہ زیادہ ہوا کیونکہ ستائیسویں میں صرف تراویح پڑھیں اور پہلی راتوں میں تراویح اور تہجد دونوں جس سے رکعتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تہجد الگ نہیں پڑھی بلکہ وہی تراویح ہی تہجد ہے۔

علاوہ اس کے ایک اور دلیل سنئے۔ مولوی عبیدی صاحب آگے چل کر ص ۳۸ میں زیر عنوان حدیث سے بیس رکعت کا ثبوت "بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے"

اور جابر رضی اللہ عنہ کی دو حدیثیں جن کا ذکر صفحہ ۴۱ صفحہ ۶۸ میں آئے گا انشاء اللہ ان میں آٹھ رکعتیں تراویح مع وتر کا ذکر ہے اور حضرت عائشہؓ کی حدیث رمضان غیر رمضان والی میں وتر سمیت گیارہ رکعت کا ذکر ہے اب اگر تہجد اور تراویح ایک ہو تو پھر تو کوئی نزاع باقی نہیں رہتی۔ صرف تعداد کا جھگڑا ہے سو اس کا فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے کہ بیس والی صحیح نہیں اور اگر فرضی طور پر صحیح مان لیں تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ آٹھ اصل ہیں اور باقی زوائد اور اگر تہجد تراویح کو الگ الگ قرار دیں اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کو تہجد پر محمول کرتے ہوئے یہ کہیں کہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول رات پڑھتے اور تہجد اخیر رات تو ایک رات میں دو دفعہ وتر لازم آتے ہیں حالانکہ خود مولوی عبیدی صاحب نے آگے جا کر دلیل یازدہم میں نسائی کی حدیث ذکر کی ہے کہ لا وتران فی لیلۃ یعنی ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تہجد تراویح جدا نہیں اور معلوم ہوا کہ جن راتوں میں آپ نے تراویح پڑھیں تہجد الگ نہیں پڑھی کیونکہ یہی تہجد تھی۔

رہا مولوی عبیدی صاحب کا یہ کہنا کہ تراویح کا وقت شروع شب سے ہے اور تہجد حضور ﷺ نے ہمیشہ اخیر شب میں پڑھا ہے" سو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو دعویٰ بلا دلیل ہے دوم جب تہجد تراویح سے جدا نہیں تو پھر اول شب یا اخیر شب کا جھگڑا ہی ختم سوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اخیر رات تراویح ثابت ہیں وہ اخیر رات کو ترجیح دیتے ہوئے تراویح اول رات جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے قیام اللیل مروزی میں لکھا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنت عند ... یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

عمر فی المسجد فسمع	میں حضرت عمر کے پاس مسجد میں تھا
هیعة الناس فقال ماهذا قلت الناس	حضرت عمرؓ نے شور سنا۔
خرجوا من المسجد	فرمایا یہ کیا ہے کہا گیا لوگ مسجد سے نکلے ہیں
وتلک فی رمضان فقال مابقی من اللیل	اور یہ رمضان میں تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا
احب الی مما مضی	رات کا باقی حصہ گذرے ہوئے سے۔
(ص ۱۲۱ (قیام اللیل)	مجھے بہت پیارا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو نماز تراویح کے لیے ایک امام پر جمع کیا تو فرمایا۔

والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون	(اس کا ترجمہ نواب قطب الدین صاحب
یرید اٰخر اللیل وکان الناس یقومون اوله	مظاہر حق میں یوں لکھتے ہیں)

رواه البخاری (مشکوۃ باب شہر قیام رمضان ص ۱۱۵)

اور تم نماز میں سوئے رہتے ہو اور غفلت کرتے ہو اس سے بہتر ہے اس نماز سے کہ قیام کرتے ہو ارادہ کرتے آخر رات کا۔ یعنی اس قول سے مراد ان کی یہ تھی کہ نماز تراویح آخر شب میں پڑھنی افضل ہے اول وقت پڑھنے سے اور تھے لوگ قیام کرتے اول رات۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (مظاہر حق جلد اول صفحہ ۴۲۶)

ملا علی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں والتی تنامون عنها الخ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قال الطیبی تنبیہ منہ علی ان صلوۃ التراویح فی اخر اللیل افضل وقد اخذ بها اهل مکۃ فانهم یصلونها بعد ان یناموا قلت لعلهم کانوا فی الزمن الاول کذا واما الیوم جماعاتهم اوزاع متفرقون فی اول اللیل وفی کلامه رضی اللہ عنه ایماء الی عذره فی التخلف عنهم (مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

ترجمہ۔ طیبی کہتے ہیں حضرت عمرؓ کا مقصد اس سے اس بات پر آگاہ کرنا ہے کہ تراویح اخیر رات بہتر ہے اور اہل مکہ کا عمل اسی پر ہے کیونکہ وہ سونے کے بعد پڑھتے ہیں۔ میں (صاحب مرقاۃ) کہتا ہوں کہ شاید پہلے زمانے میں اہل مکہ کا یہ عمل ہو گا آج ان کی ٹکڑے ٹکڑے متفرق جماعتیں ہیں جو اول رات ہوتی ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے اس قول میں جماعت میں شامل نہ ہونے کے عذر کی طرف اشارہ ہے (یعنی اخیر رات بہتر ہے اس لیے میں شامل نہیں ہوتا)

حضرت عمرؓ کا مطلب یہ ہے کہ تراویح اول رات صرف لوگوں کی سہولت کے لیے پڑھی

جاتی ہے ورنہ اول رات کی نماز اخیر رات کی نماز کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اول ص ۲۱۵ میں۔ وکان الناس یقومون اولہ پر لکھا ہے۔ ثم جعلہ عمر فی الاخیر اللیل یعنی پھر حضرت عمرؓ نے تراویح اخیر رات کر دیں۔

ناظرین خیال فرمائیں کہ حضرت عمرؓ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے تراویح کی جماعت دوبارہ جاری کی اور حضرت ابی بن کعبؓ کو امام مقرر کیا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن پڑھا کر چھوڑ دی تھی پھر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں بھی متروک رہی اور شروع خلافت عمرؓ بھی متروک رہی پھر جب حضرت عمرؓ نے جاری کی تو خود شریک نہ ہوتے بلکہ ترغیب دی کہ اخیر رات بہتر ہے۔ اور ابیؓ جن کو امام مقرر کیا وہ بھی صرف بیس رمضان تک پڑھاتے' اخیر دھاکے میں گھر میں پڑھتے چنانچہ مشکوۃ میں ہے جس کی وجہ بظاہر وہی حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے۔ پھر اخیر میں حضرت عمرؓ نے اخیر رات کر دی اور اہل مکہ بھی اخیر (۲۶) رات پڑھتے۔ اگرچہ ہمیشہ نہ نباہ سکے چنانچہ ابھی گذرا ہے کیونکہ اخیر رات سب لوگوں کو جاگنا مشکل ہے۔

اگر اخیر رات تراویح نہ ہوتیں تو کیا یہ لوگ جو بانی مبانی دوبارہ اس سلسلہ کے ہیں یہ تراویح کے تارک رہے معاذ اللہ نہیں نہیں یہ مولوی عبیدی صاحب کی سراسر غلطی ہے۔ یہ تراویح وہی تہجد ہے اور تہجد اخیر رات بہتر ہے اسی لیے امام ابن الہمامؒ ایسوں نے جو حنیفہ کے جد امجد ہیں فتح القدیر میں حضرت عائشہؓ کی رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت والی حدیث سے تراویح ہی مراد لگائی ہے مگر مولوی عبیدی صاحب ہیں کہ اپنے اجتہادات پر ہی نازاں ہیں نہ صحابہ کی پروا کرتے ہیں نہ اپنے اماموں کی پھر لطف یہ کہ مقلد بھی ہیں۔ یا للعجب وضیعۃ الادب خدا ان کو ہدایت کرے اور سمجھ دے آمین۔

حنفی - <u>دلیل ہشتم</u> ۔ تراویح کے لیے آپ ﷺ نے اہتمام کیا کہ اپنے اہل و عیال کو اور عامۃ الناس کو بلا کر پڑھائی لیکن تہجد کے لیے کبھی ایسا اہتمام کرنا حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہوا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ دونوں جدا جدا ہیں۔

<u>اہل حدیث</u> - اہتمام تو آپ ﷺ نے لیلۃ القدر بلکہ ستائیسویں رات کے لیے کیا ہے کیونکہ اس کے لیلۃ القدر ہونے کا زیادہ گمان ہے اگر اس سے تہجد سے یہ نماز الگ ہو گئی تو تراویح سے بھی الگ ہو گئی کیونکہ قیام الیلۃ القدر کے علاوہ یہ اہتمام ثابت نہیں اگر ہمت ہے تو کوئی روایت پیش کریں لیکن یاد رکھئے:۔

دلیل نہم

چہ گوئی با من از مرغے نشانہ
کہ با عنقا بود ہم آشیانہ

حنفی — نماز تراویح جتنی بار بھی حضور ﷺ نے پڑھی جماعت سے ادا فرمائی بلا جماعت حضور ﷺ سے تراویح پڑھنا ثابت نہیں بخلاف تہجد کے اس کے لیے حضور ﷺ نے یہ التزام نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح رمضان میں باجماعت مسجد میں ادا کرنا مسنون ہے۔ اور تنہا گھر میں باجماعت یا بلا جماعت خلاف سنت ہے بخلاف تہجد کے کہ وہ اکثر گھر میں بلا جماعت ادا فرمائی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں (صفحہ ۱۲)

اہل حدیث — آگے چل کر ص ۳۸ میں جو آپ بیس تراویح کے ثبوت میں بحوالہ ابن ابی شیبہ وغیرہ ابن عباس ؓ کی حدیث پیش کریں گے اس کے الفاظ بیہقی میں یوں ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ (رواہ امام سیوطی" رسالہ امام سیوطی ص ۴۳

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت پڑھتے تھے اور مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی" جلد ۳ ص ۵۹ میں بھی بحوالہ سنن بیہقی اور ابن شیبہ بغیر جماعت کی روایت موجود ہے۔

یہ عجیب بات ہے جو بیس کی دلیل۔ آپ آگے چل کر پیش کرنے والے ہیں اسی سے یہاں انکار ہو رہا ہے۔ یہ دورنگی کیسی ؟۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

علاوہ اس کے اور سنیے مشکوۃ میں ہے :

عن زید بن ثابت ان النبی ﷺ اتخذ
حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی
فیھا لیالی حتی اجتمع
علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام
فجعل بعضھم یتنحنح لیخرج الیھم
فقال ما زال بکم الذی رأیت

ترجمہ۔ زید بن ثابت ؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے (اعتکاف کے لیے)
بوریا کا حجرہ بنایا۔ اس میں کئی راتیں
نماز پڑھی یہاں تک کہ آپ کے لوگ جمع ہو گئے
انہوں نے آپ کی آواز گم پائی اور انہوں نے

من صنيعكم حتى خشيت ان يكتب عليكم ولو كتب عليكم ما قمتم به فصلوا ايها الناس في بيوتكم فان افضل صلوة المرء في بيته الا الصلوة المكتوبة متفق عليه (مشكوة باب قيام شهر رمضان ص ۱۱۴ ج ۱

خیال کیا کہ آپ کو نیند آگئی پس بعض نے کھنکارنا شروع کیا تاکہ آپ ان کی طرف نکلیں۔ پس فرمایا ہمیشہ رہی تمہاری (حرص والی) حالت جو میں نے دیکھی۔ یہاں تک کہ میں ڈر گیا۔ کہ تم پر یہ نماز فرض کی جائے۔ اور اگر فرض کی جاتی تو تم اس کو قائم نہ رکھ سکتے۔ پس اے لوگو گھروں میں نماز پڑھو۔ کیونکہ آدمی کی افضل نماز گھر میں ہے مگر فرض"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کا کوئی اہتمام نہیں کیا بلکہ اتفاقیہ لوگ آگئے تو جماعت کرادی۔ سوائے تہجد کا بھی جماعت پڑھنا ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوۃ وغیرہ۔ ہاں ستائیسویں رات قیام لیلۃ القدر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اہتمام کیا ہے تو اگر اس اہتمام کی وجہ سے یہ نماز تہجد سے الگ ہوگئی تو تراویح سے بھی الگ ہوگئی کیونکہ قیام لیلۃ القدر کے علاوہ یہ اہتمام ثابت نہیں کما مر۔ اور اس سے تراویح کا گھروں میں پڑھنا بھی ثابت ہوگیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! گھروں میں نماز پڑھو۔ اور صحابہؓ نے بھی مسجد میں جماعت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں تو جماعت جاری ہی نہیں ہوئی اور حضرت عمرؓ کی شروع خلافت میں بھی یہی حال رہا۔ پھر حضرت عمرؓ نے جاری کی تو اس وقت بھی اس کو کچھ اہمیت نہیں دی۔ دیکھئے خود حضرت عمرؓ شریک ہی نہ ہوتے اور فرماتے کہ اخیر رات بہتر ہے اور ابی بن کعبؓ بیس تاریخ تک پڑھا کر پھر گھر میں پڑھتے۔ حالانکہ آخیر دھاکہ میں تراویح کی فضیلت زیادہ ہے پھر جس وجہ سے حضرت عمرؓ نے جماعت جاری کی ہے وہ بھی اسی کی موید ہے چنانچہ مشکوۃ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں لوگوں کو دیکھا کہ ایک جگہ دو آدمیوں کی جماعت ہو رہی ہے کہیں تین چار کھڑے ہیں۔ کوئی اکیلا پڑھ رہا ہے اور بعض کی آواز بعض پر بلند بھی ہوتی ہے۔ اس طرح ٹولیاں ٹولیاں اور ---- مختلف جماعتیں ایک ہی مسجد میں حضرت عمرؓ نے مناسب نہ سمجھا اس وجہ سے ان کو ایک امام پر جمع کر دیا اور نہ پہلے اس کام کو حضرت ابوبکرؓ نے کیا نہ حضرت عمرؓ نے کیا۔ اس سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ گھروں میں نماز تراویح کی نسبت مسجد میں جماعت کو کوئی اہمیت نہیں چہ جائیکہ گھر میں نماز تراویح خلاف سنت ہو۔ بلکہ حضرت عمرؓ وغیرہ کے نزدیک گھر میں افضل ہے۔ بخاری باب فضل من قام رمضان میں ہے۔

فخرج لیلۃ والناس یصلون بصلوۃ قارئہم۔ یعنی حضرت عمرؓ ایک رات نکلے اور لوگ اپنے امام کے ساتھ نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ اس پر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

فیہ اشعار بان عمر کان لا یواظب علی الصلوۃ معہم وکانہ کان یری ان الصلوۃ فی بیتہ ولاسیما فی اخر اللیل افضل وقد روی محمد بن نصر فی قیام اللیل من طریق طاؤس عن ابن عباسؓ قال کنت عند عمر فی المسجد فسمع ہیعۃ الناس فقال ما ہذا قیل خرجوا من المسجد وذلک فی رمضان فقال ما بقی من اللیل احب الی مما مضی ومن طریق عکرمۃ عن ابن عباس نحو من قولہ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۲۱۶)

ترجمہ۔ بخاری کی اس عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی پابندی (ے ۱) نہیں کرتے تھے اور گویا نماز خاص کر اخیر رات پڑھنا افضل سمجھتے تھے۔ محمد بن نصرؒ نے قیام اللیل میں بطریق طاؤسؒ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں عمرؓ کے پاس تھا کہ لوگوں کا شور سنا پس فرمایا یہ کیا ہے؟ کہا گیا لوگ مسجد سے نکلے ہیں اور یہ رمضان میں تھا پس فرمایا جو حصہ رمضان کا باقی ہے وہ مجھے گذرے ہوئے سے زیادہ محبوب ہے اور اسی کے قریب عکرمہؓ نے خود ابن عباسؓ کا قول روایت کیا ہے۔"

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مسجدوں میں تراویح باجماعت کو گھروں کی نسبت کوئی اہمیت نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے نزدیک گھر میں افضل ہیں اور ابن عباسؓ کا بھی قریباً یہی خیال ہے۔ پھر خود مولوی عبیدی صاحب نے آگے چل کر بیس تراویح کے ثبوت میں ابن عباسؓ کی ایک حدیث پیش کی ہے اس میں بغیر جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تراویح پڑھنے کا ذکر ہے پھر خدا جانے یہاں مولوی عبیدی صاحب کو کیا ہوا کہ اپنی پیش کردہ دلیل کے خلاف پر زور دے رہے ہیں۔ خدا ایسے تعارضات سے بچائے آمین۔

حنفی ۔ دلیل دہم تراویح میں آپ ﷺ نے تمام شب بھی قیام فرمایا لیکن تہجد میں کبھی ایسا ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے تمام شب نماز تہجد پڑھی ہو بلکہ حدیث عائشہ صدیقہؓ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے تہجد کبھی ساری رات پڑھائی نہیں الفاظ حدیث یہ ہیں۔

ولا اعلم النبی صلی اللہ علیہ و سلم قرا القرآن کلہ فی لیلۃ ولا یصلی (۲۸) لیلۃ الی الصبح ولا صام شہراً غیر رمضان	میرے علم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں پورا قرآن کبھی نہیں پڑھا اور نہ تمام رات تہجد پڑھا۔ نہ رمضان کے سوا کسی پورے ماہ کے روزے رکھے

اب جب کہ ثابت ہوا کہ تہجد کی نماز کبھی تمام شب آپ نے نہیں پڑھی اور تراویح کو تمام شب پڑھا تو یہ بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ تہجد و تراویح ایک نہیں ہیں۔

اہل حدیث = یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث آپ کی نقل کردہ میں یہ لفظ ہے۔ ولا یصلی لیلۃ الی الصبح یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی رات صبح تک نماز نہ پڑھتے تھے۔ اور یہ عام ہے۔ تراویح کو بھی شامل ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ تراویح میں آپ نے تمام شب قیام فرمایا۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر صبح تک مراد ہے تو یہ بالکل غلط ہے کسی روایت میں یہ نہیں آیا۔ اور سحری تک مراد ہے تو تمام شب کہنا غلط ہے۔ پھر یہ قیام لیلۃ القدر ہے جو ستائیسویں ماہ رمضان کو ہوا۔ اگر آپ کہیں کہ قیام لیلۃ القدر اور تراویح ایک ہی ہے تو ہم کہیں گے تہجد بھی یہی ہے خاص کر جب کہ تہجد اس رات بلکہ تینوں راتوں میں آپ نے پڑھی نہیں چنانچہ آپ کی ساتویں دلیل کے جواب میں صفحہ ۱۸۔ ۱۹ پر گذر چکا ہے۔

علاوہ اس کے حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ میرے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات صبح تک نماز نہیں پڑھی۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ اور مجھے اکثر گھر ہی کا علم ہے باہر کا کیا پتہ ہے کہ کسی وقت ساری رات پڑھی ہو' پس مولوی عبیدی صاحب کا قطعی طور پر یہ کہنا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کبھی ساری رات پڑھا ہی نہیں" اس کی حضرت عائشہؓ ہی کے قول سے تردید ہو گئی بلکہ بعض احادیث سے آپ ﷺ کا ساری رات نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ بخاری باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل و نومہ الخ۔ میں حضرت انس ؓ کی حدیث ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

وکان لاتشاء ان تراہ من اللیل مصلیا الا رایتہ ولا نائما الا رایتہ	یعنی تو نہ چاہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھے مگر دیکھ لیتا اور نہ چاہتا کہ آپ کو سوتے دیکھے مگر دیکھ لیتا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں ولا نائماً الا رایتہ کے لفظ پر لکھتے ہیں :

فانه یدل علی انه کان ربما نام کل اللیل (فتح الباری ج ۵ ص ۴۰۱ یعنی یہ لفظ دلالت کرتا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ساری رات سوئے رہتے"

جب اس لفظ کے معنی ساری رات سونے کے ہوئے تو اس کے مقابلہ میں فصلیہا الی لیلۃ کے معنی ساری رات نماز پڑھنے کے ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ میرے علم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات صبح تک نماز نہیں پڑھی یہ اکثر حالات پر محمول ہے۔ یعنی بعض دفعہ ساری رات بھی پڑھی ہے پس مولوی عبیدی صاحب کا انکار حدیث سے بے خبری پر مبنی ہے۔ فافہم (۲۹)

حنفی - دلیل یازدہم

عن قیس بن طلق قال زارنا ابی طلق بن علی فی یوم من رمضان فامسی بنا وقام بنا تلک اللیلۃ واوتر بنا ثم انحدر الی مسجد فصلی باصحابہ حتی بقی الوتر ثم قدم رجلا فقال اوتر بھم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ (رواہ النسائی) ص ۱۹ ج

قیس بن طلق کہتے ہیں کہ میرے والد طلق بن علی رمضان میں ہمارے پاس آئے پس یہیں شام ہو گئی تو اس رات کو ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور پھر وتر پڑھا یا۔ پھر مسجد چلے گئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی یہاں تک کہ وتر باقی رہ گئے پھر ایک شخص (۳۰) آیا تو اس سے کہا تو ان کو وتر پڑھا دے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ دو وتر ایک رات میں نہیں"

ظاہر ہے کہ جو نماز مع وتر طلق بن علی نے اول پڑھی وہ تراویح تھی اور جو بعد میں پڑھی جس میں وتر خود نہیں پڑھائے وہ بظاہر تہجد تھی ورنہ اور کوئی نماز ہونی دشوار ہے لہذا ثابت ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ رمضان میں بھی باوجود تراویح کے تہجد پڑھا کرتے تھے اور چونکہ وہ عبادت کے نہایت زیادہ شائق تھے اس لیے تراویح پر اکتفاء نہ کرتے تھے بلکہ تہجد جس کی مدت سے عادت تھی رمضان میں بھی پڑھتے تھے۔ اس بناء پر ہو سکتا ہے کہ وہ سوال جو ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیف کان صلوۃ رسول اللہ فی رمضان فرمایا کیا ہے وہ تہجد کے بارے میں ہو تاکہ تہجد کی کمیت و کیفیت میں اگر کچھ اضافہ ہوا ہو تو معلوم ہو جائے"

اہل حدیث = طلق بن علی ؓ نے جو بعد میں نماز پڑھائی جس میں وتر خود نہیں پڑھائے' اس کے متعلق مولوی عبیدی صاحب لکھتے ہیں۔ وہ بظاہر تہجد تھی ورنہ اور کوئی نماز ہونی تو دشوار ہے۔ حالانکہ دشوار نہیں آسان ہے۔ ساری نفل نماز تراویح سمجھ لیں یا تہجد کیونکہ دونوں میں صرف نام ہی کا فرق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں کے بعد بھی دو نفل پڑھے ہیں پس اگر طلق نے وتروں کے بعد مسجد میں آکر قوم کو تراویح پڑھادی ہو تو اس کا کوئی حرج نہیں۔

علاوہ اس کے مولوی عبیدی صاحب دلیل ہفتم میں زور دے رہے تھے کہ تہجد اول شب میں نہیں پڑھی جاتی۔

مولوی عبیدی کا تہجد اولی شب میں تسلیم کرنا

اور یہاں طلق بن علی ؓ کی اس نماز کو تہجد کہہ کر تہجد اول شب میں تسلیم کرلی ہے۔ بتلایئے مولوی عبیدی صاحب کا بھی کوئی مذہب ہے؟ پھر اس سے نفل والے کے پیچھے فرض ثابت ہوتے ہیں حالانکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں۔ علامہ سندھی حنفیؒ اس حدیث پر لکھتے ہیں۔

الظاهر انه صلى بهم الفرض والنفل جميعا فيكون اقتداء القوم به فى الفرض من اقتداء المفترض بالمتنفل (حاشیہ نسائی سندی)

یعنی ظاہر یہ ہے کہ طلق ؓ نے مسجد میں اپنے اصحاب کو فرض نفل دونوں پڑھائے۔ پس لوگوں کا فرض میں طلقؓ کی اقتداء کرنا یہ فرض والے کا نفل والے کی اقتداء کرنے کی قسم سے ہوگا۔

حنفی = واضح رہے کہ یہ گیارہ ایسے وجوہ ہیں جن کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز تراویح و تہجد ایک نہیں بلکہ۔ دو جدا جدا نمازیں ہیں جن کا سبب مشروعیت بھی جدا جدا ہے وقت بھی الگ الگ ہے۔

اگر صرف کسی ایک وجہ سے بھی ان دونوں میں فرق پیدا ہو جائے تو ہمارے مدعی کے لیے کافی تھا لیکن یہاں تو گیارہ زبردست وجوہ ایسی پائی جاتی ہیں جن کی بناء پر کوئی عقل سلیم رکھنے والا مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دونوں یعنی تراویح و تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔

اہل حدیث = مولوی عبیدی صاحب کے ان گیارہ وجوہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص

ایک علاقہ میں کچھ لاغر رہتا تھا۔ دوسرے علاقہ میں گیا وہاں کی آب و ہوا اس کو بہت موافق آئی وہ موٹا تازہ ہو گیا۔ مولوی عبیدی صاحب نے حکم لگا دیا کہ یہ اور ہے یا ایک شخص دوست کو ملنے گیا جب اس کی بستی کے قریب پہنچا تو کپڑے بدل لیے۔ اس پر بھی مولوی عبیدی صاحب نے حکم لگا دیا کہ یہ اور ہے یہی حال مولوی عبیدی صاحب کے گیارہ دلائل کا ہے۔ رات کی نماز گیارہ ماہ میں کچھ اور تھی۔ جب رمضان آیا تو کچھ اور ہو گی۔ اگر لیلۃ القدر کے غالب خیال سے اس کا کچھ زیادہ اہتمام کیا تو پھر قیام لیلۃ القدر بن گئی۔ اگر بیت اللہ شریف میں اس کو ادا کیا تو وہ چوتھی نماز ہوئی' اگر اول شب یا اخیر شب کا فرق پڑ گیا تو وہ پانچویں نماز ہو گئی۔ اگر رکعات کی تعداد میں کمی بیشی ہو گئی تو چھٹی نماز ہو گئی۔

اگر مسجد میں پڑھی تو اور ہے' گھر میں پڑھی تو اور ہے اس طرح تو تہجد بھی کئی نمازیں بن جائیں گی کیونکہ کبھی ۱۱ رکعت پڑھی کبھی ۱۳ کبھی ۹۔ ایسے ہی تہجد کے اوقات میں تبدیلی ہوتی رہی کبھی اول رات کبھی درمیان کبھی اخیر رات تو تہجد ہی ایک نہ رہی۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ جس کو شرع نے دو یا تین بنا دیا اس کو دو یا تین کہتے نہ کہ محض اپنے طور پر خصوصیات سمجھ کر دو تین بناتے چلے جاتے۔ غرض ایک کی دو یا دو کی تین یا زیادہ بنانے کا راستہ مولوی عبیدی صاحب نے خوب آسان کر دیا ہے اب جس کی مرضی ہے احادیث کو جدھر چاہے ہنکاتا پھرے الا اللہ۔

یہ ٹھیرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارث انبیاء اب

<u>حنفی</u>: جب یہ ثابت ہو گیا کہ تراویح و تہجد کی دو نمازیں جدا جدا ہیں تو اب ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس میں ابو سلمہ نے دریافت کیا کہ کیف کانت صلٰوۃ رسول اللّٰہ فی رمضان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیونکر تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

ماکان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ۔الخ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیرہ رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہ پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس نماز کے متعلق بیان کیا

ہے وہ نماز تہجد ہے۔ تراویح کی نماز کا بیان ہی اس میں نہیں اس کے لئے چند دلائل (۳۱) ہیں جن پر غور کرنے سے حق بالکل ظاہر ہو جائے گا

وہ دلائل جن سے معلوم ہو گا کہ بخاری کی صحیح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تراویح کی آٹھ رکعات کا ثابت کرنا غلط ہے اس سے تراویح کی نماز ثابت ہی نہیں ہوتی اسی حدیث کی بناء پر حضرات غیر مقلدین بیس رکعت پڑھنے والوں کو فریب میں مبتلا کر رہے ہیں اہل نظر انصاف سے غور فرمائیں امید ہے کہ جو شخص طالب حق ہو گا وہ ضرور غور کرے گا

اہلحدیث ۔ فریب میں مبتلا کرنے کا حملہ آپ کو معلوم ہے کس پر ہو رہا ہے؟ بڑی بڑی بزرگ ہستیوں پر ہو رہا ہے۔ امام محمد جو ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے ہیں جن پر فقہ کا مدار ہے وہ اپنے موطا کے ص۱۴۱ میں اس حدیث کو باب قیام شہر رمضان یعنی باب تراویح میں لائے ہیں گویا یہ حدیث ان کے نزدیک قیام شہر رمضان کو شامل ہے حنفیہ کے جد امجد امام ابن الہمام نے فتح القدیر جلد اول صفحہ ۱۹۸ میں اور امام بیہقی نے سنن کبری جلد ۲ صفحہ ۴۹۵ ۔ ۴۹۶ میں اس حدیث سے آٹھ رکعت تراویح ثابت کی ہیں۔ اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے رسالہ صلوۃ التراویح صفحہ ۱۹ میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری جز ۸ کتاب التراویح صفحہ ۳۱۶ و ۳۱۷ میں اور علامہ زیلعی نے نصب الرایہ صفحہ ۲۹۳ میں اور علامہ عینی" نے شرح بخاری طبع مصر جز ۱۱ ص ۱۲۸ میں اور شاہ عبدالحق دہلوی" نے فتح سرالمنان صفحہ ۳۹۴ میں اور امام ابن العربی نے عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد ۴ ص ۱۹ میں اسی طرح اور بزرگوں نے بھی اس حدیث میں تراویح کو شامل کر دیا ہے پس کیا یہ تمام بزرگ لوگوں کو فریب میں مبتلا کر رہے ہیں" معاذ اللہ

حنفی ۔ دلیل ۱ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان گیارہ رکعت کے متعلق فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان دونوں میں انکو پڑھا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ جو نماز رمضان و غیر رمضان میں پڑھی جا سکتی ہے وہ رمضان سے مخصوص نہ ہو گی اور رمضان آ جانا اس کے پڑھنے کا سبب نہ ہو گا اور جو رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں۔ رمضان شریف اس کی مشروعیت کا سبب نہیں تو وہ تراویح ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ تراویح صرف رمضان کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ گیارہ رکعت جو رمضان و غیر رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے تراویح کی رکعات نہیں

ہیں بلکہ تہجد کی ہیں کیونکہ وہ رمضان و غیر رمضان دونوں میں پڑھا جاتا ہے۔" (ص ۱۴)

اہلحدیث: یہ وہی دلیل ہے جو گیارہ دلائل کے نمبر اول میں گذر چکی ہے اور اس کا جواب بھی وہاں ہو چکا ہے۔ مگر مولوی عبیدی صاحب اسی کو تھوڑے سے ہیر پھیر سے دلائل کے سلسلہ میں پیش کر رہے ہیں تاکہ کثرت دلائل کا عوام پر اثر پڑے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ سراسر مغالطہ ہے۔ دیکھئے میں اصل میں امرتسری ہوں لیکن روپڑ میں آنے سے میری نسبت روپڑی پڑ گئی۔ یہاں تک کہ میرے خلاف رسائل اسی نسبت سے منسوب کئے جاتے ہیں جیسے "نزاع روپڑی"۔ "مظالم روپڑی" وغیرہ مگر میں وہی ہوں جو روپڑ میں آنے سے پیشتر تھا۔ صرف نسبت دوسری پڑ گئی۔ ٹھیک اسی طرح جو نماز رمضان غیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی ہے۔ رمضان میں اس کا نام تراویح پڑ گیا ورنہ نماز وہی ہے۔ مثلاً "قیام لیلۃ القدر اسی نماز کو کہیں گے۔ جو لیلۃ القدر میں پڑھی جائے مگر وہ تراویح سے الگ نہیں بلکہ اسی تراویح کا نام لیلۃ القدر میں قیام لیلۃ القدر ہو جاتا ہے۔

حنفی: "پس ثابت ہوا کہ تراویح کی آٹھ رکعت کسی صحیح حدیث سے ہرگز ثابت نہیں یہ محض دھوکہ ہے جو کہا جاتا ہے کہ آٹھ رکعت حدیث سے ثابت ہیں سب سے بڑا ثبوت ان کے پاس یہی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے اور اس سے ہرگز تراویح کی آٹھ رکعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اس حدیث کے علاوہ اور کوئی صحیح حدیث بخاری شریف مسلم شریف کی پیش کریں تو ہم ان حضرات کے بہت ممنون ہوں گے مگر واضح رہے کہ قیامت تک کوئی صحیح حدیث آٹھ رکعت کے ثبوت میں نہیں لا سکتے۔ اہلحدیث کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر اور کوئی صحیح حدیث وہ پیش کر سکتے ہوں تو ضرور پیش کریں ورنہ اس حدیث کو بار بار دہرا کر پبلک کو فریب نہ دیں" (ص ۱۵)

آٹھ تراویح پر مولانا لکھنوی کی شہادت

اہلحدیث: اس حدیث سے جب نماز آٹھ تراویح ثابت ہو چکی چنانچہ تفصیلاً گذر چکا ہے تو اب اور حدیث کی کیا ضرورت۔ ہاں تائیداً پیش کرنے میں حرج نہیں۔ سو سنیے مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:۔

واما العدد فروى ابن حبان وغيره (مثل ابن خزيمة) انه صلى بهم تلك الليالي ثمان ركعات وثلث ركعات (عمدة الرعاية ص...)	یعنی ابن حبان اور ابن خزیمہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راتوں میں نماز تراویح پڑھائی ہے

آٹھ رکعت اور تین وتر پڑھائے ہیں۔"

لیجئے' اب تو معاملہ بالکل صاف ہو گیا ایک حنفی بزرگ نے فیصلہ کر دیا۔ والحمدللہ علی ذلک

ابی بن کعبؓ کا آٹھ تراویح پڑھانا

ں کے علاوہ اور سنئے قیام اللیل مروزی میں ہے:

عن جابر جاء ابی بن تعب فی رمضان فقال یا رسول اللہ کان منی اللیلۃ شئی قال و ما ذاک یا ابی قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرأ القران فنصلی خلفک بصلوتک فصلیت بھن ثمان رکعات والوتر فسکت عنہ و کان شبہ الرضاء (قیام اللیل ص ۱۵۵)

جابرؓ سے روایت ہے کہ ابی بن کعبؓ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہا یا رسول اللہ ﷺ آج رات سے ایک بات ہو گئی۔ فرمایا کیا؟ کہا میرے محلہ کی عورتوں نے کہا۔ ہم قرآن مجید نہیں پڑھ سکتیں۔ پس تیرے پیچھے نماز پڑھیں گی۔ پس میں نے ان کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چپ ہو گئے اور قریبا" آپ کی رضا مندی تھی۔"

اس حدیث سے مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم کی اور تائید ہو گئی۔ امید ہے کہ اب تو عبیدی صاحب بہت خوش ہو گئے ہوں گے۔ خدا ایسی خوشی ہمیشہ نصیب کرے آمین

حنفی۔ اب دوسری دلیل سنیئے' اس پر کہ اس حدیث میں تہجد کا ذکر ہے نہ تراویح کا۔

دلیل نمبر ۲ پہلی حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں ابو سلمہ سائل ہیں انہیں ابوسلمہ کے سوال کی ایک دوسری حدیث مسند امام احمد والی ہے ص ۲۴۹ ج ۲ اور بالکل اسی سند کے ساتھ جس سے کہ اوپر والی حدیث مروی ہے۔ یہ حدیث اس طرح ہے:۔

عن ابی سلمۃ قال سالت عائشہ رضی اللہ عنہا عن صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باللیل فقالت کان یصلی ثلثۃ عشر رکعۃ یصلی ثمان

ابو سلمہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کی رات کی نماز (عموما" را نماز سے مراد تہجد لیا جاتا ہے) سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ تیرہ رکعت پڑھتے

ثم یوتر ثم یصلی رکعتیں وھو جالس۔

پس پڑھا آٹھ تہجد کی تین وتر اور بعد میں دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔"

باوجود کہ دونوں حدیثوں کے راوی ایک ہی ہیں' دونوں میں سائل ایک ہی ہیں لیکن اس حدیث میں رمضان کا کچھ ذکر نہیں نہ سوال میں نہ جواب میں بلکہ سوال میں صرف **صلٰوۃ اللیل** کا لفظ ہے اور صلوۃ اللیل محدثین کے عرف میں تہجد کا نام ہے۔ تو اس سے اب صاف معلوم ہوا کہ ابو سلمہ کا سوال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تہجد سے تھا۔ جس کا جواب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا کہ آٹھ رکعت تہجد تین وتر دو نفل اب ثابت ہو گیا کہ یہ آٹھ رکعت تہجد کی ہیں۔ تراویح کی نہیں ہیں"

اہلحدیث: راوی اور سائل ایک ہونے سے مولوی عبیدی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دونوں حدیثیں ایک ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیا ایک سائل ایک وقت یا مختلف اوقات میں کئی سوال نہیں کر سکتا؟ اور کیا ایک سند سے کئی حدیثیں مروی نہیں ہوتیں؟ **مولانا عبیدی کی فن حدیث سے بے خبری** اصل میں مولوی عبیدی صاحب نہ فن حدیث سے واقف ہیں نہ عام حالات پر ان کی نظر ہے۔ مثال کے طور مسند احمد ہی ملاحظہ ہو اس میں بہت جگہ لکھا ہے کہ اس ایک سند سے فلاں حدیث بھی مروی ہے اور فلاں حدیث بھی اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بخاری والی اور مسند احمد والی الگ الگ ہیں چنانچہ سوال و جواب سے ظاہر ہے

پھر مولوی عبیدی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ صلوٰۃ اللیل محدثین کی عرف میں تہجد کا نام ہے کیونکہ تراویح بھی صلوٰۃ اللیل ہے چنانچہ دلیل نمبر ۸ کے جواب میں صفحہ ۵۲۔ ۵۳ پر اس کا ذکر آتا ہے انشاء اللہ

حنفی: دلیل نمبر ۳ مسلم شریف ص ۲۵۴ جلد اول میں یہ روایت ہے۔

عن ابی سلمۃ قال سالت عائشۃ رضی اللہ عنھا عن صلٰوۃ رسول اللہ فقالت کان یصلی ثلث عشرۃ رکعۃ یصلی ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وھو جالس

ابو سلمہ نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کی نماز کو دریافت کیا تو فرمایا کہ تیرہ رکعت پڑھتے تھے آٹھ پڑھتے پھر تین وتر پڑھتے پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے!

اس روایت میں بھی رمضان کا ذکر نہیں اس لئے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز سے

سوال ہو رہا ہے نہ تراویح سے کیونکہ یہ صورت تہجد کی ہے کہ پہلے آٹھ پھر تین وتر پھر دو رکعت بیٹھ کر۔ جیسا کہ دوسری حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ دو رکعت بیٹھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نماز تہجد وتر ہی پڑھا کرتے تھے۔" (ص ۱۶)

اہلحدیث = اس روایت کا جواب بھی وہی ہے جو دلیل نمبر ۲ کا ہے کہ بخاری کی روایت اور یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ چنانچہ سوال و جواب سے ظاہر ہے اور وتر اول رات بھی ثابت ہیں۔ چنانچہ بخاری کی حدیث رمضان غیر رمضان والی کے ذکر میں صفحہ ۱۳ پر گزر چکا ہے۔ پس اس سے تہجد اول رات ثابت ہو گئی۔ اور وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ پڑھنی ثابت نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے چنانچہ بخاری کی اسی حدیث رمضان غیر رمضان والی میں مذکور ہے کیونکہ اس میں کل گیارہ رکعت ہیں جن کا اخیر تین وتر ہیں۔

حنفی = دلیل نمبر ۴ مسند امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کی ایک دوسری روایت ہے۔

عن ابی سلمۃ عن عائشۃ قال	ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت
قلت کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ	کی نماز کو جو بعد عشاء کی تھی دریافت
بعد العشاء الاخرۃ قالت کان	کیا تو فرمایا کہ تیرہ رکعت پڑھتے تھے
یصلی ثلث عشرۃ رکعۃ تسعا	نو کھڑے ہو کر پھر دو بیٹھ کر۔ پھر دو اذان
قائما و ثنتین جالسا و ثنتین	کے بعد
بعد الندائ	

یہ حدیث تو بالکل صاف بتلا رہی ہے کہ ابو سلمہ کے سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں اس نماز کا ذکر ہے جس کو اذان صبح کے قریب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑھنے کی عادت تھی اور یہ نماز سوائے تہجد کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ نیز اس میں بھی رمضان کا ذکر نہیں۔ (ص ۱۸)

اہلحدیث = اس حدیث کا جواب بھی وہی ہے جو دلیل نمبر ۱ کا ہے کہ اس کو بخاری کی حدیث رمضان غیر رمضان والی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ علاوہ اس کے اس میں بعد عشاء کا بھی ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد پہلی رات بھی تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عشاء کے بعد کچھ نماز پڑھ کر درمیان سو جاتے ہوں۔ یا قریب قریب ساری رات جاگتے ہوں جیسے ۲۷۔ ۲۹ و ۳۵۔ ۳۶ دلیل بلحم کے جواب میں بعض روایتیں اس قسم کی گذر چکی ہیں۔ پھر اذان صبح کے قریب ہوتا کس لفظ

سے معلوم ہوا؟ بیشک اس میں اذان کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھنے کا ذکر ہے مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نو رکعت اور دو رکعت اذان صبح کے قریب پڑھتے تھے۔ چونکہ فجر کی سنتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پو پھٹنے کے متصل پڑھتے تھے اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجازاً" رات کی نماز میں شمار کر لیا۔ نو رکعت اور دو رکعت خواہ کسی وقت پڑھتے ہوں۔

حنفی:- اور اس حدیث میں تین رکعت وتر کو نکال کر کل چھ رکعت ہی رہ گئیں جو کھڑے ہو کر پڑھی گئیں تو مسند امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کی دونوں روایتوں اور مسلم شریف کی مذکورہ بالا روایت کو ملا کر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ابو سلمہ کا سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب تہجد کے متعلق تھا نہ کہ تراویح کے لئے پس ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت تراویح کا خیال پختہ نہیں بلکہ نہایت خام ہے کہ جس کی کوئی اصل ہی نہیں۔" (ص ۱۷)

اہلحدیث:- جب یہ حدیثیں ہی الگ الگ ہیں چنانچہ رکعات کے پڑھنے کی کیفیت بھی الگ الگ ہے.............. تو پھر یہ نتیجہ کس طرح نکلا؟ نیز جب تہجد ہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے چنانچہ اوپر گذر چکا ہے تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو گا کہ "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب تہجد سے متعلق تھا نہ کہ تراویح کے لئے؟"

حنفی:- دلیل نمبر ۵ دوسری وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تہجد کی نماز کو بالکل اسی طرح بیان کیا ہے کہ آٹھ رکعت نماز تہجد پھر تین وتر پھر دو رکعت بیٹھ کر جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

اہلحدیث:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت رمضان غیر رمضان والی ہیں وتر آخر میں ہیں پس ان روایتوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

حنفی:- احادیث وتر و تہجد

عن القاسم بن محمد عن عائشةؓ قالت كان النبي ﷺ يصلي من الليل ثلث عشرة ركعة منها الوتر وركعتي (۳۲) الفجر بخاری ج ۱ ص ۱۵۳۔

قاسم بن محمد حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں تیرہ رکعت مع الوتر پڑھتے اور دو رکعت فجر کی۔

اہلحدیث :- اس روایت کا ذکر بے محل ہے کیونکہ روایتیں تو آپ وہ ذکر کر رہے ہیں جن میں وتروں کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنے کا ذکر ہے اور اس روایت میں یہ ذکر نہیں۔ اگر آپ کہیں کہ تیرہ رکعت آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی طرح پڑھتے تو اول تو یہ دعویٰ ہے جس کا ثبوت آپ نے نہیں دیا۔ دوم تیرہ کی کیفیت دو دو رکعت اور اخیر میں وتر بھی مروی ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ وغیرہ۔

حنفی :-

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کانت صلٰوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلث عشرۃ رکعۃ یعنی باللیل۔ (ترمذی)	ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد تیرہ رکعت تھی۔

اہلحدیث :- اس روایت کا ذکر بھی بے محل ہے۔ کمامر۔

حنفی :-

حدثنی عروۃ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ کانت تلک صلٰوتہ تعنی باللیل (بخاری) ص ۱۳۵ ج ۱	عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکو خبر دی کہ حضور گیارہ رکعت تہجد پڑھتے تھے رات کو (یعنی تہجد کے وقت کی) آپ کی نماز یہی تھی (یعنی اس سے (۳۳) زیادہ نہ تھی)

اس حدیث کو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے باب الوتر میں بیان کیا ہے جس سے بالاتفاق سب کے نزدیک تہجد (۳۳) اور وتر کا بیان مقصود ہے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ دیکھئے یہاں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہی گیارہ رکعت بتا کر فرمایا۔ "کہ آپ کی شب کی (یعنی تہجد کی) نماز یہی تھی۔" یہ بات ایسے انداز سے کہہ رہی ہیں جس سے صاف طور پر حصر مفہوم ہوتا ہے (یعنی صرف یہی نماز تھی اس سے زیادہ نہ تھی) اور گیارہ سے زیادہ کی نفی فحوائے کلام سے معلوم ہو رہی ہے ٹھیک اسی طرح ابو سلمہ والی روایت میں بھی آپ نے گیارہ سے زیادہ رکعت کے متعلق ان الفاظ میں انکار فرمایا ہے کہ

ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی کہ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ

احدی عشرۃ رکعۃ مسلم ص ۲۵۴ ج ۱

سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔"

یہاں یہ انکار صاف الفاظ میں ہے اور وہاں اشارہ میں انکار فرما رہی ہیں حدیث ابو سلمہ میں تراویح یا تہجد کا ذکر نہیں فرمایا الفاظ میں دونوں نمازوں کے بیان کا احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ زیادتی کا انکار تراویح کے بارہ میں ہو یا تہجد کے بارہ میں ہو لیکن اس تہجد والی حدیث میں زیادہ رکعتوں کا انکار فرماتے ہوئے تہجد کی صرف آٹھ رکعت یا تیرہ رکعت مع الوتر والنفل مقرر کرتا ہلا رہا ہے کہ وہاں حدیث ابو سلمہ میں بھی انکار زیادتی کے ساتھ جس نماز کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی تہجد ہی کی نماز ہے کیونکہ یہاں جس طرح حصر کا طرز کلام اختیار کیا گیا ہے ایسے ہی حدیث ابو سلمہ میں بھی حصر کو صراحۃ" ذکر فرمایا ہے وہاں صرف ابو سلمہ کے اس شک کو مزید رفع کر دیا گیا ہے جو ان کو رمضان میں فضیلت تہجد کی نماز کے متعلق پیدا ہو گیا تھا کہ شاید تہجد میں بھی اضافہ ہوا ہو۔ اس شک کو رمضان ولا فی غیرہ فرما کر رفع کر دیا اور نہ اصل میں وہ تہجد ہی کی نماز کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے "صرف آٹھ رکعت" ہونا بیان کر رہی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک میں سائل عروہ ہیں جو عام تہجد کو دریافت کر رہے ہیں اور دوسری میں ابو سلمہ ہیں جو اپنے شک کو پیش کر کے رمضان میں نماز تہجد کو دریافت کر رہے ہیں۔ بالجملہ ان احادیث و دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ابو سلمہ میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح جس نماز کو ذکر فرما رہی ہیں وہ نماز تہجد (۳۵) ہی ہے۔ تراویح نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت نماز تراویح اس حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔"

اہلحدیث: اس بیان میں مولوی عبیدی صاحب نے کئی باتیں کہی ہیں۔ ایک یہ کہ عروہ کی حدیث سے گیارہ سے زیادہ کی نفی مفہوم ہوتی ہے جیسے ابو سلمہ کی حدیث میں گیارہ کی نفی مراد ہے۔

دوم حدیث ابو سلمہ میں تراویح اور تہجد کا ذکر نہیں۔ الفاظ میں دونوں نمازوں کے بیان کا احتمال ہو سکتا ہے۔

سوم چونکہ عروہ کی حدیث میں تہجد مراد ہے اس لئے ابو سلمہ کی حدیث میں بھی تہجد مراد ہے کیونکہ دونوں حدیثوں میں حصر ہے یعنی گیارہ سے زیادہ کی نفی ہے۔

چہارم ابو سلمہ کو فضیلت تہجد کے متعلق شک تھا کہ شاید رمضان میں اس میں کچھ

اضافہ ہو گیا ہو۔

اب ہر بات کا جواب سنئے۔

اول کا جواب یہ ہے کہ یہ مطلب غلط ہے چنانچہ ابھی گزرا ہے کہ بالکل کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دن کے مقابلہ میں ہے۔ گیارہ سے زیادہ کی نفی نہیں نہ نفوائے کلام سے نہ غیر نفوائے کلام سے۔

دوم کا جواب یہ ہے کہ دو نمازیں الگ الگ سمجھنا ہی غلط ہے چنانچہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے۔ علاوہ اس کے بخاری کی حدیث رمضان غیر رمضان والی میں تہجد خواہ مراد ہو یا نہ ہو تراویح بہر صورت مراد ہے کیونکہ سوال ہی صلوۃ رمضان سے ہے۔ اور صلوۃ رمضان یا قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہوئی ہے چنانچہ مشکوۃ میں باب قیام شہر رمضان باندھا ہے اور مراد اس سے تراویح ہے۔ اسی طرح بخاری و ہدایہ وغیرہ میں ہے

اب اگر بالفرض تہجد اور تراویح دونوں الگ الگ ہوں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب کہ رمضان غیر رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔" اس کا مطلب ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں یا تو تہجد پڑھتے ہی نہ تھے صرف تراویح پر اکتفاء کرتے تھے جیسے تین دن جماعت کے ساتھ تراویح پر اکتفاء کی اور اگر تہجد پڑھتے تو تراویح نہ پڑھتے بہر صورت رمضان غیر رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز گیارہ رکعت ہی رہی پس ثابت ہوا کہ خواہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہو یا دو بخاری کی حدیث سے گیارہ رکعت نماز تراویح مع وتر ہر صورت میں ثابت ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ بطور ارخاء عنان (ڈور ڈھیلی چھوڑنے) کے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے بھائیوں کو کسی طرف کامیابی نہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں نہیں۔ چنانچہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے اور اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا مطلب یہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز گیارہ ماہ کی نماز سے الگ نہ تھی بلکہ بالکل وہی تھی جو گیارہ رکعت سے زائد نہ تھی۔ چنانچہ ص ۲۲ میں تفصیل ہو چکی ہے۔

سوم کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ایک حدیث میں تہجد مراد ہو تو دوسری میں بھی تہجد مراد ہو۔ خاص کر جب بخاری کی حدیث میں قیام رمضان سے سوال

ہو رہا ہے جس سے مراد تراویح ہوتی ہے چنانچہ ابھی بیان ہوا ہے۔ اور اگر تہجد و تراویح ایک ہوں تو پھر نزاع ہی ختم۔

پھر دونوں میں ایک حصر نہیں کیونکہ عروہ رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں گیارہ سے زیادہ کی نفی نہیں چنانچہ ابھی اوپر گذرا۔ دوم ایک حصر ہونے سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ دونوں میں تہجد مراد ہے خاص کر جب ابو سلمہ رحمتہ اللہ علیہ کی حدیث میں قیام رمضان سے سوال ہے جو تراویح سے مراد ہے چنانچہ ابھی گذرا۔

چہارم کا جواب یہ ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ ان کو فضیلت تہجد کے متعلق شک پیدا ہوا تھا؟ مولوی عبیدی صاحب کی عجیب حالت ہے کہ سائل تو صلوۃ رمضان سے سوال کر رہا ہے اور یہ اس سے تہجد مراد لے رہے ہیں حالانکہ ساتھ ہی کہتے ہیں (چنانچہ دلیل نمبر ا میں گذر چکا ہے) کہ تہجد رمضان کی مخصوص نماز نہیں بلکہ غیر رمضان میں بھی پائی جاتی ہے)

ناظرین خیال فرمائیں کہ سائل کے سوال میں یہ کس قدر تحریف ہے ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کو دیکھئے اس میں دو لفظ ہیں ایک رمضان اور ایک غیر رمضان" ان دونوں لفظوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی مخصوص نماز جس سے سوال ہے وہ کوئی غیر رمضان کی نماز سے الگ نہیں بلکہ وہی تھی جو گیارہ رکعت سے زائد نہ تھی۔ ناظرین خیال فرمائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب کیسے صاف ہے مگر مولوی عبیدی صاحب نے پہلے تہجد اور قیام رمضان کو دو بنانے کی کوشش کی اور پھر اس حدیث میں تحریف کرتے ہوئے سوال و جواب کا مطلب ہی الٹ دیا۔ انا للہ

حنفی:۔ دلیل نمبر ۶ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ خود اس روایت کے راوی ہیں ابو سلمہ سے اسی سند کے ساتھ جس سے اول حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہوئی اور جس سے کہ غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح ثابت کرتے ہیں مگر باوجود اس کے وہ خود اپنی روایت کردہ حدیث کے مطابق آٹھ تراویح نہیں پڑھتے نہ انکا مذہب آٹھ رکعت کا ہے جب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ راوی حدیث نے اس حدیث پر عمل نہ کیا اور نہ اس کے مطابق فتوی دیا تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ان گیارہ رکعت سے تراویح کی نماز مراد نہیں بلکہ تہجد کی نماز ہے ورنہ امام مالک رحمتہ

اللہ علیہ ہرگز نہ چھوڑتے جب راوی خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف کرے اور خلاف میں فتویٰ دے تو اس کی ضرور کوئی وجہ ہو گی اور وہ وجہ یہی ہے کہ دراصل یہ حدیث تراویح کے بارے میں نہیں بلکہ تہجد کے بارے میں ہے۔"

امام مالکؒ کا گیارہ رکعات کو پسند کرنا اور مولانا جیدی کی خیانت

اہلحدیث۔ عینی میں ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لئے گیارہ ہی اختیار کی ہیں اور رسالہ تراویح سیوطی رحمتہ اللہ علیہ میں جوزی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے گیارہ رکعت بہت پسند ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے اور تیرہ بھی اسی کے قریب ہیں ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر (ص ۴۴) میں نہیں جانتا کہ یہ بہت رکعات کہاں سے احداث کی گئیں ہیں" ناظرین خیال فرمائیں کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا کیا صاف فیصلہ ہے مولانا جیدی صاحب کا باوجود رسالہ سیوطی دیکھنے کے اس روایت کو ذکر نہ کرنا کس قدر خیانت ہے خدا! ان لوگوں کو ہدایت کرے آمین۔

حنفی۔ دلیل نمبر ۷ یہ ہے کہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ بھی اس حدیث کے راوی ہیں۔ وہ بھی ابو سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال و جواب کو روایت کرتے ہیں لیکن ان کا مذہب بھی تراویح میں آٹھ رکعت کا نہیں بلکہ وہ بھی حنفیہ اور شافعیہ کی طرح بیس رکعت کے قائل ہیں چنانچہ الروض المربع میں جو فقہ حنبلیہ کی معتبر کتاب ہے لکھا ہے کہ

والتراویح سنة موکدة عشرون	اور تراویح کی بیس رکعت سنت موکدہ ہے
رکعة کما روی ابوبکر عبدالعزیز	اور کیونکہ ابوبکر عبدالعزیز شافعی نے
الشافعی (۳۶) عن ابن عباس ان النبیؐ کان	ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ
یصلی فی شھر رمضان عشرین رکعة	رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے"۔

اگر امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ تراویح کے بارے میں ہوتی تو ہرگز وہ اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف فتویٰ نہ دیتے۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی اس حدیث کو تہجد کے متعلق سمجھا ہے پس ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوتیں۔" ۱۹ - ۲۰

اہلحدیث حنبلی مذہب کی اصلی کتاب مغنی ابن قدامہ میں ہے۔

(مسئلہ) قال (الماتن) (وقیام شھر	یعنی مصنف نے کہا ہے کہ تراویح بیس رکعت

اہلحدیث: پس ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بیس تراویح کے ثبوت میں آپ نے پیش کی ہے جس کا ذکر صفحہ ۸۸ پر آئے گا۔

وہ بھی بیکار ہو گئی کیونکہ اس میں ساتھ وتر پڑھنے کا بھی ذکر ہے پس وہ تراویح نہ رہی بلکہ تہجد ہو گئی۔ پھر وتر اول رات بھی ثابت ہے پس تہجد اول رات بھی ہو گئی حالانکہ عبیدی صاحب اس سے انکاری ہیں چنانچہ گیارہ دلائل جو تہجد اور تراویح کے جدا جدا ہونے پر پیش کئے ہیں ان کے نمبر ے مندرجہ ص ۳۴ میں اس کی تصریح کی ہے۔ نیز دلیل نمبر ۱۱ میں ص ۳۶ پر جو قیس بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت گذر چکی ہے اس میں جس نماز کا ذکر ہے اس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے۔ پس وہ تہجد نہ ہوئی حالانکہ وہاں مولوی عبیدی صاحب نے اس کو تہجد کہا ہے خدا جانے مولوی عبیدی صاحب سوتے سوتے بے سمجھے بن سوچے لکھا کرتے ہیں خدا ایسے تعارضات سے بچائے اور سمجھ بوجھ سے لکھنے کی توفیق بخشے آمین۔

حنفی: ایک وسوسہ اور اس کا جواب۔

اب صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت ابو سلمہ نے سب سے پہلی حدیث میں تو صرف صلوۃ رمضان سے سوال کیا ہے نہ کہ تہجد سے تو صلوۃ رمضان کا جواب صلوۃ تہجد سے دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس سے قبل ایک حدیث بیان کی ہے جس کو انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابو سلمہ بیان کیا ہے معلوم ہوا کہ ابو سلمہ نے پہلے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی کہ

من قام رمضان ایمانا و احتسابا	جس نے رمضان میں قیام کیا'
غفر لہ ما تقدم من ذنبہ	ایمان و ثواب کی وجہ سے اس
	کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے

اس کو سن کر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ جب رمضان میں عبادت کا اسقدر ثواب ہے تو شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں نماز تہجد کے اندر بھی کچھ اضافہ فرمایا ہو گا اس لئے انہوں نے رمضان کے تہجد کے بارے میں سوال کیا کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں تہجد کی نماز کے اندر کچھ اضافہ فرماتے تھے یا نہیں تو سوال کیا کہ

کیف کان صلوۃ رسول اللہ فی	کیونکر تھی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

رمضان — رمضان میں۔

جس کا مطلب حقیقۃ" یہ تھا کہ

کیف کان صلوۃ رسول اللہ — یعنی کیا کیفیت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

باللیل فی رمضان — نماز تہجد رمضان میں۔

اہلحدیث ۔ آپ کا یہ کہنا کہ "معلوم ہوا کہ ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی کہ من قام رمضان ایمانا" (الحدیث) اس کا ثبوت آپ نے کوئی نہیں دیا۔ آپ کے "معلوم ہوا" "کو" کون پوچھتا ہے۔ یہاں تو ثبوت کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہوتی تو جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے پھر ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں من قام لیلۃ القدر ایمانا" واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ"یعنی جس نے ایمان اور ثواب کی وجہ سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔" اور ایک روایت میں پچھلے گناہوں کی معافی کا بھی ذکر ہے چنانچہ مولوی عبیدی صاحب کے گیارہ دلائل گزشتہ کے نمبرا کی تردید میں صفحہ ۱۲۔ ۱۳ پر اس روایت کا ذکر ہو چکا ہے تو اگر ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کی وجہ یہ ہوئی کہ رمضان میں تہجد کا زیادہ ثواب ہے تو اس بناء پر ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کو لیلۃ القدر کی تہجد سے سوال کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ باقی رمضان سے لیلۃ القدر میں اضافہ کا زیادہ شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سوال نہیں کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ انہوں نے تہجد اور تراویح کو جدا جدا نہیں سمجھا۔'

حنفی ۔ راویوں نے اس روایت کو جب بیان کیا تو اختصار کے خیال سے کسی نے لفظ "باللیل" کو چھوڑ (۳۷) دیا اور کسی نے لفظ "رمضان" کو چھوڑ دیا جیسا کہ اصل حدیث میں بروایت بخاری لفظ "رمضان" مذکور ہے اور لفظ "باللیل" نہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی انہی ابو سلمہ سے بیان کردہ روایتوں میں لفظ "فی رمضان" (۳۸) نہیں ہے مگر "باللیل" کا لفظ موجود ہے اور بعض نے "بعد عشاء الاخرۃ" باللیل کی بجائے کہ دیا ہے اور "رمضان" نہیں کہا اسی طرح اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا بروایت بخاری میں راوی نے لفظ "باللیل" کو چھوڑ دیا

ہے۔ اس کی زبردست تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو جس موقع پر درج کیا ہے وہاں باب اس طرح باندھا ہے کہ۔

باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان۔	یعنی باب بیان میں ان احادیث کے جس میں حضور ﷺ کے رات قیام و تہجد کی نماز کا رمضان شریف میں ذکر ہے۔

بالاتفاق قیام اللیل یا صلوۃ اللیل محدثین کے عرف میں نماز تہجد کے لئے مستعمل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس باب میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو دو باتیں ملحوظ ہیں ایک تو قیام اللیل (شب کا قیام) دوسرے "فی رمضان" (یعنی رمضان کے ماہ میں ہونا) تو ظاہر ہے اگر اس حدیث میں لفظ "باللیل" کا مفہوم بھی مراد نہ ہو صلوۃ "جبکہ باللیل مذکور نہیں) تو اس باب میں جہاں یہ دونوں باتیں ملحوظ ہیں اس حدیث کو کیوں درج کرتے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اس حدیث میں "صلوۃ باللیل" ہی کا ذکر ہے۔ اسی واسطے انہوں نے اس باب میں درج فرمایا۔"

اہلحدیث = مشکوۃ باب الوتر میں ہے۔ اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا رواہ مسلم۔ یعنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔" اس حدیث میں "صلوۃ باللیل" کا لفظ ہے اور اس سے خاص تہجد مراد نہیں بلکہ تراویح بھی داخل ہے کیونکہ تراویح میں بھی یہی حکم ہے کہ وتر اخیر میں ہوں۔ پس مولوی عبیدی صاحب کا کہنا غلط ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ صلوۃ اللیل تہجد سے مخصوص نہیں بلکہ تراویح بھی صلوۃ اللیل ہے۔

علاوہ اس کے بخاری باب تحریض قیام اللیل ص ۱۵۲ جلد اول میں ہے۔

عن عائشۃ ام المومنین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی ذات لیلۃ فی المسجد فصلی بصلوتہ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رایت الذی صنعتم ولم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی	حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی آپ کی نماز کے ساتھ کئی لوگوں نے نماز پڑھی پھر آئندہ رات کو نماز پڑھی اس میں لوگ زیادہ ہو گئے پھر تیسری رات یا چوتھی رات لوگ۔ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ ان کی طرف نہیں نکلے جب صبح ہوئی تو فرمایا جو کچھ تم نے

خشیت ان یفرض علیکم وذلک فی رمضان

"یا میں نے دیکھا اور مجھے تمہاری طرف نکلنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور یہ رمضان میں تھا۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں ان یفرض علیکم کے الفاظ پر لکھتے ہیں۔

وفی روایۃ یونس ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوۃ اللیل وکذا فی روایۃ ابی سلمۃ المذکورۃ قبیل صفۃ الصلوۃ خشیت ان یکتب علیکم صلوۃ اللیل (فتح الباری جزء ۵ ص ۵۹۷)

"یونس کی روایت میں ہے کہ میں ڈر گیا کہ تم پر صلوۃ اللیل فرض کی جائے اور روایت ابی سلمہ میں ہے کہ میں ڈر گیا کہ تم پر صلوۃ اللیل لکھی جائے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت کسی قدر اختصار کے ساتھ کتاب التراویح میں بھی ذکر کی ہے اس کے اخیر میں ہے:

فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حال اسی طرح رہا۔"

یعنی تراویح باجماعت بند رہی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دوبارہ جاری کیا چنانچہ اوپر صفحہ ۲۳ میں گذر چکا ہے۔ اور صاحب مشکوۃ بھی بحوالہ بخاری مسلم باب قیام شہر رمضان میں "قریبا" کی روایت لائے ہیں چنانچہ اس کے الفاظ اوپر ص ۳۳ ۔ ۳۴ میں گذر چکے ہیں۔ پس مولوی عبیدی صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہو گیا کہ قیام اللیل یا صلوۃ اللیل تہجد کو کہتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں تراویح کا ذکر ہے اور اس کو صلوۃ اللیل کہا گیا ہے اور محدثین باب بھی اس پر قیام شہر رمضان یا تراویح کا باندھتے ہیں۔ اور کتاب الام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول صفحہ ۱۲۶ پر ایک نسخہ میں تصریح کی ہے کہ انہا من قیام اللیل یعنی تراویح قیام اللیل سے ہے۔" اسی طرح امام ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ترمذی جلد ۴ ص ۱۹ میں تصریح کی ہے ہذہ الصلوۃ ھی قیام اللیل یعنی تراویح یہ قیام اللیل ہے اور حنفیہ کے سرتاج امام شمس الدین سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب مبسوط میں تراویح کی نیت تین طرح سے لکھتے ہیں فرماتے ہیں والصحیح ان ینوی التراویح اوالسنۃ اوقیام اللیل (مبسوط جلد اول کتاب التراویح فصل ۵ ص ۱۴۰) یعنی صحیح یہ ہے کہ تراویح پڑھنے کے وقت اس کی نیت تین طرح باندھ

سکتے ہیں تراویح کی نیت کرے یا سنت کی یا قیام اللیل کی۔" دیکھئے کتب فقہ میں بھی یہ چیز مشہور ہے کہ قیام اللیل تراویح کو شامل ہے مگر عبیدی صاحب کو کچھ پتہ نہیں اصل میں مولوی عبیدی صاحب فن حدیث و فقہ سے بالکل ناواقف ہیں اس لئے من گھڑت قاعدے وضع کئے جا رہے ہیں پھر نہ اپنے اماموں کی پرواہ اور نہ کسی اور کی خدا ایسی آزادی سے بچائے آمین۔

حنفی = "یہ اعتراض بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ممکن ہے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا مقصد اس باب سے تراویح کی نماز کا بیان کرنا ہو اس لئے کہ تراویح کے لئے انہوں نے ایک علیحدہ باب باندھا ہے اس طرح کہ باب فضل من قام رمضان یاب بیان میں تراویح پڑھنے والے کی فضیلت کے جس سے معلوم ہوا کہ پہلا باب ضرور رمضان میں نماز تہجد کے لئے خاص ہے تراویح کا اس باب میں ذکر نہیں۔ پھر اسی باب میں اس حدیث کا ذکر کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے"

اہلحدیث = مولوی عبیدی صاحب خواہ مخواہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مطلب کو الٹا رہے ہیں اگر دونوں جگہ باب ایک ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ ایک جگہ قیام سے تہجد مراد ہے اور ایک جگہ تراویح اور یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ جب باب ہی دو ہیں ایک قیام کا جس سے قیام کی کیفیت بتلانی مقصود ہے۔ دوسرا فضیلت قیام کا جس سے ثواب اور درجہ بتلانا مقصود ہے تو اس صورت میں دونوں جگہ قیام الگ الگ مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

حنفی = نیز امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ اگر کسی حدیث میں کسی دوسری سند سے کوئی لفظ زیادہ مذکور ہوتا ہے جو آئندہ سند سے لکھی جانے والی حدیث میں نہ ہو تو وہ باب باندھتے وقت اسی لفظ کی تشریح کر دیتے ہیں۔۔ جو دوسری سند میں زیادہ ہے۔ ایسا ہی یہاں کیا ہے چونکہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی سند میں اسی روایت کے اندر لفظ "باللیل" وارد ہوا ہے (جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں) لہٰذا امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس لفظ کو ترجمۃ الباب میں صاف بتلا دیا کہ۔

باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم "باللیل" فی رمضان

تو معلوم ہوا کہ اس حدیث میں "باللیل" بھی ثابت ہے لہٰذا یہ حدیث نماز تہجد کے لئے خاص ہے۔ تراویح کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔" (ص ۳۳)

اہلحدیث = ابھی گذرا ہے کہ بخاری کی روایت اور مسند احمد کی روایت الگ الگ

ہیں۔ پس امام بخاری نے باب میں "لیل" لفظ مسند احمد کی روایت کی وجہ سے نہیں بڑھایا بلکہ اس لئے بڑھایا ہے کہ قیام رمضان سے کوئی دن کا قیام نہ سمجھ لے۔ اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مسند احمد کی روایت کی وجہ سے بڑھایا ہے تو بھی مولوی عبیدی صاحب کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیوں کہ تراویح بھی صلوۃ اللیل اور قیام اللیل ہے چنانچہ ابھی گذرا ہے۔

حنفی ۔ اور اسی حدیث کو جو تراویح کے باب میں درج کر دیا ہے وہ اس لئے ہے تا کہ یہ شبہ دور ہو جائے کہ شاید تراویح کی جدید نماز جس طرح رمضان شریف کی وجہ سے مشروع ہوئی اسی طرح تہجد میں بھی کچھ اضافہ ہوا ہو۔ اس کا جواب امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اسطرح دے دیا ہے کہ اول انہوں نے نماز تراویح کی فضیلت میں ایک حدیث بیان کی پھر ایک اور حدیث فضیلت ہی میں بیان کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو جمع کرنے کا واقعہ اور ابی کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح پڑھانے کا حکم ذکر فرمایا اور ظاہر ہے کہ انہوں نے بیس رکعت کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کر دیا تاکہ تہجد میں اضافہ ہونے کا شبہ دور ہو جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں تہجد کی نماز گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ ان تمام قرائن اور ادلہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہیں ہوتیں۔" (صفحہ ۴۴-۴۳)

اہلحدیث ۔ ایک روایت بھی اس قسم کی ثابت نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت کا حکم دیا۔ خاص کر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مولوی عبیدی صاحب فن حدیث ہی سے ناواقف ہیں وہ بیچارے اسرار بخاری کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فضیلت قیام رمضان کا باب باندھ کر چار حدیثیں ذکر کی ہیں

من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۱۴)	یعنی "جو ایمان اور ثواب کی وجہ سے قیام رمضان کرے اس کے پہلے گناہ بخشے جائیں گے۔"

اس حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہے۔ "دوسری حدیث بھی یہی ہے لیکن اس کے اخیر میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شروع خلافت تک یہی حال رہا یعنی قیام رمضان نے کوئی خاص صورت اختیار نہیں کی۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی طرف آئے لوگوں کو متفرق دیکھا کوئی اکیلا نماز پڑھتا ہے کوئی دوسرے

کے ساتھ مل کر پڑھتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر فرمایا کہ اگر ان کو ایک امام پر جمع کر دیا جائے تو بہتر ہے پھر جمع کر دیا۔"

اس حدیث کی مناسبت بھی ظاہر ہے کیونکہ اس میں بھی قیام رمضان کی فضیلت کا بیان ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا ہے کہ قیام رمضان کی ادائیگی کا مروجہ طریق بھی اسی فضیلت کے تحت ہے' بدعت نہیں۔

تیسری حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین دن تراویح پڑھانے کی ہے۔ اس سے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جماعت قائم کرنا اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس کا ماخذ فعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

چوتھی حدیث یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی گیارہ رکعت والی ہے۔ اس سے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اصل فضیلت قیام رمضان کی تعداد بڑھانے میں نہیں بلکہ حسن ادائیگی اور طول قیام میں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان غیر رمضان گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھیں مگر پڑھتے اس طرح کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فلا تسل عن حسنهن وطولهن ان کی خوبی اور لمبائی سے کچھ نہ پوچھ۔" علاوہ اس کے امام بخاری نے تیسری اور چوتھی حدیث اس سے پہلے کتاب التہجد میں بھی ذکر کی ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیام رمضان اور تہجد ایک ہی ہیں۔

مولوی عبیدی صاحب نے خواہ مخواہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مطلب کو بگاڑ کر کئی طرح نے نقص پیدا کر دیئے۔

اول یہ کہ چوتھی حدیث اس (تراویح کے باب سے بے تعلق کر دی۔ کیونکہ مولوی عبیدی صاحب کے خیال کے مطابق اس میں تراویح کا ذکر ہی نہیں۔

دوم یہ کہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ پر اعتراض آیا کہ جب باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان میں حدیث ذکر ہو چکی ہے اور وہیں یہ شبہ دور ہو چکا کہ تہجد میں اضافہ نہیں ہوا تو پھر باب فضل من قام رمضان میں ذکر کرنے سے کیا فائدہ؟

سوم یہ کہ رمضان میں تراویح شروع ہونے سے تہجد میں اضافہ کا شبہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ شبہ کی بناء اس پر ہے کہ رمضان فضیلت والا مہینہ ہے اس کی راتوں کو غیر رمضان

کی راتوں پر کچھ شرف چاہئے جس کی صورت یہ ہے کہ ان میں عبادت کا کچھ اضافہ ہو۔ جب تراویح شروع ہو گئیں تو اضافہ ہو گیا۔ پس شبہ کی جڑ ہی کٹ گئی پس اس صورت میں ابو سلمہ رحمتہ اللہ علیہ کے نہ سوال کا کچھ مطلب بنتا ہے نہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے اس حدیث کو ذکر کرنے کا ہاں اگر تہجد تراویح ایک ہو تو پھر شبہ پڑ سکتا ہے۔

ناظرین خیال فرمائیں کہ مولوی عبیدی صاحب نے اس حدیث اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مطلب کو کس طرح گڑ بڑ کیا ہے۔ انا اللہ

حنفی ○ دلیل نمبر ۹ اگر ہم ان تمام مذکورہ بالا دلائل سے بھی آنکھ بند کر لیں تب بھی یہ حدیث قابل سند نہیں کیوں کہ اس روایت کے مخالف خود دوسری صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ اس پر عمل کرنا اور ان سب کو چھوڑ دینا ترجیح بلا مرجح ہے۔ بخاری ہی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز سات رکعت اور ۹ رکعت پڑھا کرتے تھے موطا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ پڑھتے تھے۔ بخاری کی ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت سے بھی تیرہ رکعت کا ثبوت ملتا ہے تو اب درایۃ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر جس میں صرف گیارہ رکعت مذکور ہے یہ تنقید ہو سکتی ہے کہ وہ دوسری احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس لئے ضرور اس کو ظاہری معنے سے پھیرنا پڑے گا۔ اور جو حدیث اپنے ظاہری معنے سے پھیر دی جائے اور اس کے کوئی دوسرے معنے لئے جائیں تو ایسی حدیث اپنے مدلول میں ظنی ہو جاتی ہے۔ یقینی نہیں رہتی۔ اور ایک ظنی چیز سے ایسا اہم مسئلہ ثابت کرنا جو تمام ائمہ و محدثین اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مسلک و عمل کے خلاف ہو اور تمام عوام و خواص کو اس کی وجہ سے گمراہ کہنا پڑے عقل سلیم اس کو کیسے باور کر سکتی ہے۔

ناظرین آپ خود ہی اپنے دل میں اس کا انصاف کر کے دیکھیں کہ کیا ان کی دینی عقل اس بات کو قبول کرتی ہے کہ ایک حدیث جو اپنے معنے میں ظنی ہو یقینی نہ ہو (بوجہ دوسری مخالف حدیثوں کے موجود ہونے کے) اس ایک حدیث کی وجہ سے تمام محدثین ائمہ دین و خلفائے راشدین اور عامۃ المسلمین سب کو گمراہ کہہ دیا جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ ہرگز اس کو قبول نہ کر سکیں گے۔ ہاں اگر دماغی توازن ہی خراب ہو جائے تو یہ اور بات ہے۔"

اہلحدیث تمام محدثین اور ائمہ دین اور خلفائے راشدین کا مذہب اس حدیث

کے خلاف ہے نہ ان کو کوئی معاذ اللہ گمراہ کہہ سکتا ہے۔ ہاں آپ جیسے جو حدیث کا مطلب الٹ پلٹ بیان کرتے ہیں اور بیس تراویح کو سنت موکدہ کہتے ہوئے آٹھ پڑھنے والوں کو طعن و ملامت کرتے ہیں ان پر گمراہی کا فتویٰ لگ سکتا ہے رہا آپ کا اس حدیث پر تنقید کرنا اور کہنا کہ یہ دوسری احادیث کے خلاف ہے یہ آپ کی غلط فہمی ہے کیونکہ اس حدیث میں گیارہ سے زاید کی نفی ہے کم کی نفی نہیں۔ پس سات اور نو رکعت والی حدیثیں اس کے خلاف نہ ہوئیں۔ اور جو تیرہ والی بھی خلاف نہیں کیوں کہ وہ فجر کی سنتوں سمیت مراد ہیں چنانچہ آپ کی بعض پیش کردہ روائتوں میں تصریح ہے

علاوہ اس کے یہ قاعدہ مسلم ہے کہ الاحادیث یفسر بعضها بعضا" یعنی حدیثیں بعض بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔"

حدیث میں ہے اجعلوا اخر صوتکم بالليل وترا" یعنی رات کی اخیر نماز وتر بناؤ"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے وتر اخیر میں پڑھتے اور پڑھتے بھی تین تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز گیارہ رکعت سے زائد نہیں ہوتی تھی اور اکثر یہی حالت تھی ا... کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مسئلہ بتلانے کی غرض سے کہ وتروں کے بعد بھی نماز جائز ہے دو رکعت وتروں کے بعد بھی پڑھ لیا کرتے اور وتر تین سے زائد پڑھتے تو اس صورت میں تیرہ رکعت بھی ہو جاتیں مگر چونکہ یہ حالت بہت کم تھی اور پہلی اکثر اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں صرف پہلی پر اکتفاء کی تاکہ امت کا عمل خاص کر رمضان میں اسی کے موافق ہو۔

مولوی عبیدی صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصل مطلب تو سمجھے نہیں اور ویسے ہی احادیث کو آپس میں مخالف بنا کر ٹھکرا دیا۔ پھر مولوی عبیدی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ "جو حدیث اپنے ظاہری معنے سے پھیر دیجائے وہ اپنے مدلول میں ظنی ہو جاتی ہے۔" یہ اس وقت ہے جبکہ رائے قیاس سے اس کو ظاہر سے پھیرا جائے۔ اگر دوسری حدیث سے اس کو ظاہر سے پھیرا جائے تو پھر اس میں کوئی نقص نہیں آتا۔ ہاں کسی کا دماغی توازن خراب ہو جائے تو وہ جو جی چاہے کہے۔

حنفی = دلیل نمبر ۱۰ فن روایت حدیث کے اعتبار سے یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ ابو سلمہ سے اس حدیث کو تین راویوں نے بیان کیا ہے۔ جو یہ ہیں، سعید رحمتہ اللہ علیہ، محمد رحمتہ اللہ علیہ، یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ۔ لیکن ان تینوں کی روائتیں مختلف ہیں۔

سعید رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں جو صحیحین میں ہے آٹھ رکعت نفل تین وتر کل گیارہ بیان کی ہیں یحییٰ کی روایت جو مسلم میں ہے اس میں چھ رکعت نفل تین وتر کل نو مذکور ہیں۔ محمد رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں جو مسند امام احمد بن جنبل رحمتہ اللہ علیہ میں ہے اس میں بھی چھ نفل تین وتر کل نو مذکور ہیں۔

تینوں میں وہی ابو سلمہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رات کی نماز کا ذکر کر رہے ہیں لیکن تینوں کے بیان میں اسقدر اختلاف ہے تو اب غور فرمائیے کہ جب ابو سلمہ کی اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی متعین نہیں ہوتا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ پڑھیں یا نو تہجد کی آٹھ تھی یا چھ تو ایسی مضطرب (جس کے معنے صحیح متعین نہ ہو سکے) حدیث سے آٹھ رکعت تراویح کا ثابت کرنا کس قدر خلاف عقل ہے۔ اس حدیث سے تراویح کی آٹھ رکعت کا مسنون ہونا اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جبکہ پہلے یہ تین امور ثابت ہو جائیں۔

۱ قطعی دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے نہ تہجد کے۔

۲ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہی رکعت تراویح پر مداومت فرمائی ہو اور کبھی اس کے خلاف نہ کیا ہو۔

۳ یہ کہ اس حدیث میں جو اضطراب و اختلاف تینوں راویوں کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے وہ دور کیا جائے مگر ان تینوں امور کا ثابب کرنا اور ثابت ہو جانا "ایں خیال است محال است و جنوں"

اہلحدیث = مولوی عبیدی صاحب چونکہ فن حدیث سے ناواقف ہیں اس لئے اس حدیث کو مضطرب سمجھ رہے ہیں حالانکہ مضطرب ہونے کے لئے شرط ہے کہ حدیث ایک ہی ہو اور یہاں حدیثیں الگ الگ ہیں۔ ابو سلمہ رحمتہ اللہ علیہ نے کئی موقع پر مختلف سوال کئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے حسب حال مختلف جواب دیئے پس یہاں اضطراب کی کوئی صورت نہیں۔ اور اگر فرضی طور پر مان لیا جائے کہ یہ حدیث ایک ہی ہے تو بھی

یہاں اضطراب کی کوئی صورت نہیں کیونکہ پہلی دو رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہلکی پڑھتے اس لئے بعض نے ان کو ہلکیاں سمجھ کر ذکر نہیں کیا۔ پس نو اور گیارہ میں کوئی مخالفت نہیں۔

مولوی عبیدی صاحب اگر آپ کو خود اس فن سے واقفی نہ تھی تو کم سے کم امام بخاری پر ہی اعتماد کر لیتے۔ اگر مضطرب ہوتی تو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کبھی اس کو بخاری میں نہ لاتے پھر آج تک کسی محدث نے اس کو مضطرب نہیں کہا بڑے بڑے حنفیہ (امام ابن الہمام رحمتہ اللہ علیہ، امام زیلعی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ) نے بھی اس کو صحیح تسلیم کیا ہے اور کسی نے اس پر مضطرب ہونے کا اعتراض نہیں کیا۔ یہ محض مولوی عبیدی صاحب کی بے خبری اور فن حدیث سے ناواقفی ہے۔

مولوی عبیدی صاحب نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر یہ حدیث مضطرب ہو تو پھر تہجد کا مسئلہ ابھی مضطرب ہو جائے گا حالانکہ یہ مسئلہ سب کا متفقہ ہے مگر مولوی عبیدی صاحب کو کیا پرواہ خواہ کوئی مسئلہ رہے یا جائے صرف ان کا الو سیدھا ہونا چاہئے۔ اناللہ

<u>نوٹ</u>۔ مولوی عبیدی صاحب نے تین امور کا ثبوت مانگا ہے۔ اخیر کا ثبوت تو اس بیان سے ہو چکا یعنی اضطراب اور اختلاف کا نام و نشان نہیں۔ اور پہلے کا ثبوت بھی کئی دفعہ ہو چکا کہ تراویح اور تہجد ایک ہی ہے بلکہ اس حدیث میں سوال ہی قیام رمضان سے ہو رہا ہے اور قیام رمضان تراویح ہے چنانچہ

رہا دوسرا امر یعنی آٹھ تراویح پر مداومت تو وہ بھی اسی حدیث سے ثابت ہے کیوں کہ گیارہ سے تین وتر جدا کئے جائیں تو باقی آٹھ ہی رہ جاتی ہیں۔ اور کسی صحیح روایت میں یہ تصریح نہیں آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اس سے کم و بیش پڑھی ہوں اس لئے اہلحدیث کا اسی پر عمل ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں تین دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جماعت سے پڑھانا مذکور ہے کیوں کہ

اس کی بعض روایتوں میں آٹھ کی تصریح ہے چنانچہ دلیل نمبر ا صفحہ ۴۰-۴۳ گذر چکا ہے اور آگے بھی صفحہ ۶۳ تا ۶۴ پر آتا ہے۔ انشاء اللہ

حنفی ۔ دلیل نمبر ۱۱ یہ کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا بروایت ابو سلمہ کو امام محمد بن عیسیٰ ترمذی نے بھی اپنی کتاب جامع ترمذی میں بیان کیا ہے لیکن انہوں نے اس کو تہجد کے باب میں درج کیا ہے اس طرح کہ

باب ما جاء فی وصف صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل	"باب بیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے۔"

اب اس باب میں اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو درج کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد نماز تہجد ہے تراویح کی نماز کا بیان مقصود نہیں مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے تراویح کے بیان میں جو باب باندھا ہے وہ یہ ہے۔

باب فی قیام شہر رمضان باب بیان میں رمضان میں نماز تراویح کے اس میں اس حدیث کو جس کو تہجد کے بارے میں بیان کر چکے ہیں باوجود کہ وہاں لفظ رمضان تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو تہجد کا بیان سمجھتے ہوئے اس باب میں نہیں بیان کیا۔ یہ بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ حدیث ہرگز تراویح کے بارے میں نہیں۔ لہٰذا اب ثابت ہو گیا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ غیر مقلدین کے پاس اور کوئی صحیح حدیث موجود ہیں۔ جس سے یہ دعوے ثابت کیا جا سکے پس نتیجہ یہ نکلا کہ نماز تراویح کی آٹھ رکعت ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

مولانا عبیدی کی فن حدیث سے ناواقفی

اہلحدیث ۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ مولوی عبیدی صاحب فن حدیث سے ناواقف ہیں یہاں بھی وہی ناواقفی کام کر رہی ہے۔

حدیث کی فقہی تبویب کے فوائد۔ محدثین کا اصل مقصد احادیث کا فراہم کرنا اور فقہ کی طرز پر باب باندھنا اس میں اگرچہ کئی فائدے ہیں ایک یہ کہ مسائل حلیثیہ پر اس سے روشنی پڑتی ہے۔ دوم پڑھنے والے کو استخراج و استنباط مسائل کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ سوم تلاش احادیث میں آسانی رہتی ہے وغیرہ مگر یہ سب فوائد بالتبع ہیں اصل مقصد احادیث کا جمع کرنا ہے اس لئے محض مسائل کی خاطر ایک حدیث کو بار بار نہیں لاتے اگر

لائیں گے تو اسانید کی کمی بیشی اور ان کی ضرورت کے تحت لائیں گے جیسے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی دوسری اسناد وغیرہ بتانے کی غرض سے دوسرے باب میں دوبارہ لائے ہیں۔ اور امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کو چونکہ ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی اس لئے وہ دوبارہ نہیں لائے مولوی عبیدی صاحب یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ دوبارہ جو نہیں لائے تو ان کے نزدیک تراویح سے اس کا تعلق ہی نہیں

پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی گر سمجھے تو کیا سمجھے

میرے خیال میں مولوی عبیدی صاحب کو علم حدیث کسی قابل استاد سے دوبارہ پڑھنا چاہئے۔ واللہ الموفق

رہی یہ بات کہ اہلحدیث کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور صحیح حدیث موجود ہے یا نہیں سو اس کے متعلق ہم دلیل نمبر ا میں ۲۱ میں عرض کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہو اور آئندہ بھی منتظر رہیں۔

حنفی : مزید تائید

اسی لئے قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں (یہ قاضی صاحب بھی حنفی نہیں) لکھا ہے کہ تعدد رکعت تراویح آٹھ یا بیس یا چھبیس یا اڑتالیس) کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

اہلحدیث : یہ علامہ شوکانی پر بہتان ہے۔ ہم ان کی اصل عبارت نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین بھی معلوم کرلیں کہ مولوی عبیدی صاحب کس قدر دلیر اور دروغ گویم بررو ئے تو کا مصداق ہیں علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔

واما العدد الثابت عنه صلی الله علیه وسلم فی صلوته فی رمضان فاخرج البخاری وغیره عن عائشة انها قالت ما کان النبی صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة واخرج ابن حبان فی صحیحه من حدیث جابر رضی الله عنه انه صلی الله علیه وسلم صلی بهم ثمان

بہر حال قیام رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو رکعت عدد ثابت ہے اس کو بخاری وغیرہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر زیادہ نہیں کرتے تھے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کو آٹھ

ركعات ثم لوتر واخرج البيهقي عن
ابن عباس رضی اللہ عنہ كان يصلي في شهر رمضان
في غير جماعة عشرين ركعة والوتر
زاد سليم الرازي في كتاب الترغيب له ويوتر
بثلاث قال البيهقي تفرد به ابو شيبة
ابراهيم بن عثمان وهو ضعيف واما
مقدار القراءة في كل ركعة فلم يرد به
دليل والحاصل ان الذي دلت عليه
احاديث الباب وما يشبهها هو مشروعية
القيام في رمضان والصلوة فيه جماعة
وفرادى فقصر الصلوة المسماة بالتراويح
على عدد معين وتخصيصها بقراءة
مخصوصة لم يرد به سنته

رکعت پڑھائیں۔ پھر وتر پڑھائے اور بیہقی رحمہ اللہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ ۔۔۔ نے کہا ہے اس میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان راوی ہے جو ضعیف ہے۔ رہا ہر رکعت میں قرائت کا خاص اندازہ تو اس بارے میں کوئی دلیل نہیں۔ خلاصہ یہ کہ احادیث سے قیام رمضان جماعت سے اور اکیلے اکیلے ثابت ہے پس تراویح کو ایک معین عدد پر بند کرنا اور قرات کا ایک خاص اندازہ مقرر کرنا اس کا حدیث سے ثبوت نہیں۔ "۔ملخص

نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷

دیکھئے اس عبارت میں امام شوکانی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو عدد ثابت کیا ہے اس کی عدد گیارہ بتائی ہے اور ثبوت میں یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پیش کی ہے اور ایک حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام شوکانی کو اس عدد پر کوئی اعتراض نہیں جو کچھ اعتراض ہے بیس وغیرہ کے عدد پر ہے اور قرات کے مخصوص اندازہ پر۔

حنفی = "اور اسی طرح تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح کی تعداد کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں حالانکہ ان سب کو اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم تھا۔"

اہلحدیث = اس میں دونوں دعوے بلا ثبوت ہیں ایک تمام محدثین کا اتفاق ☆☆ دوم ان سب کو اس حدیث کا علم علاوہ اس کے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو تراویح کے باب میں لائے ہیں جس سے گیارہ کے عدد کو ترجیح دینا چاہتے ہیں اور حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ اور علامہ زیلعی رحمتہ اللہ علیہ اور امام ابن الہمام رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حدیث کے تراویح کے بارہ میں ہونے کی تصریح کی ہے چنانچہ اس کا حوالہ سلسلہ

اول کی گیارھویں دلیل کے جواب میں صفحہ ۲۸ ۔ ۲۹ پر گذر چکا ہے اور کچھ عبارتیں آگے آجائیں گی انشاء اللہ پس آپ کا تمام محدثین کا دعوی غلط ہو گیا پھر تمام تو کجا آپ دس ہی ایسے بتلا دیں جنہوں نے تہجد اور تراویح کو الگ الگ قرار دے کر اس حدیث کے متعلق تصریح کی ہو کہ یہ تہجد کے بارے میں ہے نہ کہ تراویح کے بارہ میں ویسے ہی بے ثبوت دعوں کا کیا فائدہ؟

حنفی ۔ اسی طرح خلفائے ثلاثہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ میں سے کسی کا بھی عمل اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر نہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث کو تراویح کے بارے میں سمجھتے ہوئے آٹھ رکعت تراویح ہونے کا نہ فتوی دیا نہ خود پڑھی۔

پس ضرور یہ حضرات بھی اس حدیث کو تہجد ہی پر محمول کرتے تھے اس لئے ہم بھی اس کو تہجد ہی کا بیان سمجھتے ہیں اور تراویح کے متعلق اس حدیث سے اخذ کئے ہوئے ثبوت کو ناقابل تسلیم قرار دیتے ہیں۔"

اہلحدیث ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی علم نہیں کہ ان کو یہ گیارہ والی حدیث پہنچی ہے یا نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گیارہ کی تصریح آئی ہے ملاحظہ ہو مشکوۃ اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے بھی گیارہ کی تصریح آئی ہے چنانچہ دلیل نمبر ۶ ص ۲۸ میں گذر چکا ہے اور دلیل نمبر ۷ ص ۲۹ میں امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کا بھی ذکر ہو چکا ہے اور رسالہ سیوطی میں ہے جوزی رحمتہ علیہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تراویح کی کوئی حد نہیں۔ کیونکہ وہ نفل ہیں۔

حنفی ۔ آٹھ رکعت تراویح پر ایک دلیل اور اس کی تردید۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ

اب ایک اور ضعیف حدیث آٹھ رکعت کی موید رہ جاتی ہے گو صحیح حدیثوں پر عمل کرنے کے دعویداروں کو ضعیف حدیث سے استدلال کرنا نہایت نامناسب اور خلاف شان ہے مگر ممکن ہے کہ کوئی آبرو ریختہ انسان اس سے استدلال کرنے لگے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث جابر سے زورے استدلال کی حقیقت کو بھی منکشف کر دیا

جائے۔ ناظرین ذرا غور سے پڑھ کر تعصب اور اپنے بڑوں کی تقلید چھوڑ کر بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً اے خدا ہم پر حق کی حقانیت اور باطل کا بطلان ظاہر کر دے۔ آمین۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ یہ ہے جس کو مروزی نے بیان کیا ہے اور جس کی طرف ابن حجر نے بھی اشارہ کیا ہے۔

حدثنا محمد بن حمید الرازی حدثنا یعقوب بن عبد اللہ ثنا عیسیٰ ابن جاریۃ عن جابر قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیہ حتی اصبحنا قال انی کرھت وخشیت ان یکتب علیکم الوتر (قیام اللیل مروزی ص ۱۵۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں ایک رات آٹھ رکعت پڑھائی جب دوسری رات ہم مسجد میں جمع ہوئے اور ہمیں امید تھی کہ آپ نماز پڑھائیں گے لیکن ہم صبح تک منتظر رہے مگر آپ تشریف نہ لائے پھر صبح کو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا خوف تھا کہ وتر تم پر فرض ہو جائے اور یہ مجھے ناپسند ہے۔ واقعی اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہو جاتا مگر افسوس کہ اس حدیث نے بھی غیر مقلدین کا ساتھ نہ دیا اس لئے کہ چند وجوہ کی بناء پر یہ بھی اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہ ہو سکنے کی وجوہ و دلائل

دلیل نمبر ۱ اس حدیث کی سند قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس میں عیسیٰ بن جاریہ راوی ضعیف ہے چنانچہ مندرجہ ذیل حضرات نے اس کی تضعیف بیان کی ہے۔

(۱) قال ابن معین عندہ مناکیر

(۲) قال ابوداؤد (ھو) منکر الحدیث ومرۃ اخری قال روی مناکیر

(۳) (قال ابوداؤد) ذکرہ الساجی والعقیلی فی الضعفاء

ابن معین نے فرمایا اسکے پاس ناقابل اعتبار روایات ہیں ابوداود نے کہا وہ غیر معتبر احادیث والا ہے اور کبھی فرمایا کہ غیر معتبر حادیث اس نے روایت کی ہیں ساجی اور عقیلی نے اسکو ضعفا میں کہا ہے بحوالہ (۳۹) ابوداود

(۴) قال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظۃ کذا فی تہذیب الحافظ

اب ظاہر ہے کہ جس حدیث میں ایسا راوی ہو جسکو اتنے تبحر علماء نے جو تنقید رجال میں ید طولیٰ رکھتے ہیں ضعیف اور غیر محفوظ الحدیث بتایا ہے ایسے اہم مسئلے میں کیسے اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے" (ص ۲۶-۲۷)

مولنا عبیدی کی خیانت

اہلحدیث:۔ مولوی عبیدی صاحب خائن آدمی ہیں۔ تہذیب التہذیب سے جرح تو نقل کی ہے۔ توثیق ترک کر دی ہے حالانکہ تہذیب التہذیب میں جہاں بعض علماء کی جرح نقل کی ہے وہاں یہ بھی ہے کہ ابو ذرعہ" کہتے ہیں لا باس بہ یعنی عیسیٰ بن جاریہ کے ساتھ کوئی ڈر نہیں" اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

خیر یہ تو مولوی عبیدی صاحب کی خیانت کا ذکر ہوا۔ اب ایک فیصلہ کن بات سنیے۔ تہذیب التہذیب حافظ ابن حجرؒ کی کتاب ہے اس کے بعد انہوں نے تقریب التہذیب لکھی ہے۔ اس کے شروع میں انہوں نے لکھا ہے کہ مختلف فیہ راوی کے متعلق اس میں وہ بات لکھوائی جو اصح اور اعدل ہو یعنی زیادہ صحیح اور زیادہ انصاف والی ہو۔ عیسیٰ بن جاریہ کی بابت اس میں لکھا ہے فیہ لین (اس میں کچھ نرمی ہے) اور شروع میں لکھا ہے کہ لین کا لفظ میں اس راوی کے متعلق استعمال کروں گا جو قلیل الحدیث ہو اور اپنی روایت میں منفرد ہو مگر جس میں کوئی ایسی جرح ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی حدیث ترک کر دی جائے۔

یہ تو حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ ہوا

امام ذہبی کا فیصلہ امام ذہبیؒ میزان اعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ میں یہی جابر" کی حدیث ذکر کر کے جابرؓ کے حق میں جرح تعدیل نقل کرنے کے بعد بطور فیصلہ لکھتے ہیں۔

اسنادہ وسط اس کی اسناد درمیانی ہے۔ یعنی نہ بہت اعلیٰ ہے نہ بالکل گری ہوئی۔

اور ذہبیؒ وہ شخص ہیں جن کے متعلق حافظ ابن حجرؒ شرح نخبۃ میں لکھتے ہیں۔

وھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال۔ یعنی ان کو راویوں کے حالات میں پوری مہارت ہے۔"

اور ابن حبانؒ اور ابن خزیمہ" کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ان دونوں نے اس کو اپنی اپنی صحیح (صحیح ابن (۳۰) حبان و صحیح ابن خزیمہ) میں ذکر کیا ہے اور ان دونوں کتابوں میں صحت کی شرط کی ہے جیسے بخاری مسلم وغیرہ نے کی ہے۔

اب اس کے ساتھ جابرؓ کی دوسری حدیث بھی ملا لیجئے جو بحوالہ قیام اللیل دلیل اول کے جواب میں ص ۳۱ پر گزر چکی ہے کہ ابیؓ نے عورتوں کو آٹھ رکعت پڑھائیں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو قائم رکھا۔ مجمع الزوائد میں ہیثمیؒ کہتے ہیں لسنادہ حسن یعنی "اس کی اسناد اچھی ہے۔"

اب یہ حدیث اس قدر قوی ہو گئی کہ آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت کیلئے بہت کافی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی حدیث رمضان غیر رمضان والی اس کے علاوہ ہے وہ الگ مستقل دلیل ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

عبیدی دلیل ۱۳ - یہ حدیث اس لئے بھی قابل سند نہیں کہ علاوہ ضعیف ہونے کے اس میں "میرے معتبر اور قابل اعتماد ثقات راویوں کے بیانات سے چند باتوں میں اختلاف کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) سب کے سب ثقہ معتبر راوی اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ نے کئی راتوں میں جو ایک سے زیادہ تھیں نماز تراویح پڑھائی اور اس روایت میں ہے کہ صرف ایک رات پڑھائی یہ بات ثقہ راویوں کی روایت کے بالکل خلاف ہے حالانکہ وہ ثقہ ہیں اور اس میں ضعیف اور ناقابل اعتبار راوی ہے۔" (ص ۲۷)

اہلحدیث = یہ کوئی مخالفت نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جابرؓ اخیری رات میں آکر شامل ہوئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے رمضان کا واقعہ ہو چنانچہ دلیل ہفتم صفحہ ۲۸ کے حاشیہ میں گزر چکا ہے۔

حنفی = (۲) دوسری یہ کہ اور تمام روایتوں میں حضور ﷺ کا چند رات نماز تراویح پڑھا کر چھوڑ دینے کا سبب تراویح کے فرض ہو جانے کا اندیشہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں وتر کے فرض ہونے کے سبب سے ترک کر دینا بتایا ہے تو اس امر میں بھی ثقہ راویوں کے یہ روایت خلاف ہوئی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی ضعیف راوی چند ثقات سے اختلاف کرے بلکہ کوئی ایک ثقہ چند ثقات سے اختلاف کرے تو وہ ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے لہذا یہ بھی قابل سند نہ ہو گی" (۲۷)

اہلحدیث = وتر سے کبھی ساری نماز مراد ہوتی چنانچہ صفحہ ۳۲ پر دلیل ہفتم نمبر ۲ میں گزر چکا ہے پس روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں۔

ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۱۵۳ میں بحوالہ امام ابن ہمامؒ ان لوگوں کا

جواب دیتے ہوئے جو اس حدیث سے وتر کا نفل ہونا ثابت کرتے ہیں لکھتے ہیں یجوز کونہ قبل وجوبہ او المراد المجموع من صلوۃ اللیل المختتمۃ بوتر ونحن نقول بعدم وجوبہ ویدل علی ذلک ما صرح بہ فی روایۃ البجلی لھذا الحدیث من قولہ خشیت ان یکتب علیکم صلوۃ اللیل۔ ترجمہ: جائز ہے کہ یہ حدیث آپ نے وجوب وتر سے پہلے فرمائی ہو یا مراد ساری نماز ہے جس کا خاتمہ وتر کے ساتھ ہے اور ساری نماز کی بابت ہم بھی عدم وجوب کے قائل ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ بجلی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں تصریح ہے کہ خشیت ان یکتب علیکم صلوۃ اللیل یعنی میں ڈر گیا کہ تم پر رات کی نماز واجب ہو جائے"

ابن الہمام کی اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ اس حدیث سے رات کی ساری نماز مراد ہے۔ جس پر صراحۃ اس حدیث کے دوسرے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ حدیث ابن الہمام کے نزدیک صحیح ہے اگر ضعیف ہوتی تو پہلا جواب یہی دیتے۔

ائمہ احناف کے نزدیک بھی آٹھ تراویح مسنون ہیں۔ اسی بناء پر صاحب مرقاۃ مسئلہ تراویح میں لکھتے ہیں: انہ صح عنہ (صلے اللہ علیہ وسلم) صلی بھم ثمانی رکعات والوتر (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۱۷۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعت اور وتر پڑھے"

لیجئے! آپ کے ائمہ بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں اب آپ کو کون پوچھتا ہے؟

حنفی: کسی ثقہ راوی نے رکعات کی تعداد نہیں بیان کی اس نماز کی جو ان راتوں میں حضور ﷺ نے پڑھی تھی اور اس روایت میں یہ زیادتی ہے کہ تعداد بھی بتائی ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے اصول حدیث کا کہ غیر ثقہ کی زیادتی محدثین کے نزدیک مقبول نہیں لہٰذا اس زیادتی سے آٹھ رکعت تراویح پر استدلال نہیں کیا جا سکتا"

اہلحدیث۔ مجمل کی تفسیر کوئی مخالفت نہیں یہاں الاحادیث یفسر بعضھا بعضا کا اصول جاری ہے دوسری حدیثیں عدد سے ساکت ہیں اس میں بیان ہو گیا۔ سکوت اور بیان میں کیا مخالفت؟ پھر آپ خود لکھتے ہیں کہ "حدیث سے تعداد مقرر کی جائے اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو چنانچہ آئندہ آپ کی یہ عبارت آئیگی انشاء اللہ اور اس حدیث جابرؓ کا تو ضعف بھی ہم نے اٹھا دیا ہے تو پھر اس سے آپ کو کیوں انکار ہے؟

حنفی دلیل نمبر ۱۴ = حضرت جابرؓ کی اس روایت میں بھی اضطراب ہے۔ اس لئے کہ یہاں تو تعداد رکعت انہوں نے بیان کی ہے لیکن ابن حجرؒ نے جو روایت بلوغ المرام میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے اس میں تعداد مذکور نہیں لہذا خود اس حدیث میں اضطراب پایا گیا اور مضطرب حدیث قابل سند نہیں ہوتی" (ص ۲۸)

اہلحدیث = ابھی بتلایا گیا ہے کہ سکوت اور بیان میں کوئی مخالفت نہیں پس اضطراب کس طرح ہوا؟

حنفی ۔ انہی وجوہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ائمہ اربعہ اور محدثین رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا اور ناچار قاضی شوکانیؒ اور تمام محدثین کو اس کا اقرار کرنا پڑا کہ تعداد رکعات تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں یعنی حضرت جابر کی روایت قابل سند نہیں اور حضرت عائشہؓ کی روایت اپنے مدلول (یعنی مطلب) میں قطعی اور واضح نہیں۔" (ص ۲۸)

اہلحدیث ۔ ائمہ اربعہؒ اور امام شوکانیؒ اور تمام محدثینؒ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب ضمن دلیل گیارہ ص ۶۳ تا ۶۴ میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

حنفی ۔ خود علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا اقرار ہے کہ احادیث سے تعداد رکعات ثابت نہیں۔

فالقول التي وردت به الاحاديث	یعنی تمام احادیث صحیحہ حسان اور ضعاف
الصحيحة والحسان والضعيفة الامر	قیام رمضان کے امر اور اس کی ترغیب
بقيام والترغيب فيه من غير	میں ہیں۔ اس میں تعداد نہیں ہے" (ص ۲۸
تخصيص بعدد	

اہلحدیث ۔ مولوی حمیدی صاحب ویسے تو بڑے علامہ فہامہ بنتے ہیں مگر اپنی نقل کردہ عبارتوں کا مطلب نہیں سمجھتے۔ اس عبارت میں امام سیوطیؒ نے صرف ان احادیث میں ذکر عدد کی نفی کی ہے جن میں قیام کا امر ہے یا قیام کی ترغیب ہے نہ کہ مطلقاً" دیکھئے امام سیوطیؒ نے اس عبارت میں ضعیف احادیث کو بھی ذکر عدد سے خالی بتلایا ہے حالانکہ یہ آپ کے نزدیک بھی غلط ہے کیونکہ ضعیف حدیث میں ذکر عدد آپ بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ ابھی جابرؓ کی حدیث گزری ہے جو آپ کے حسب زعم ضعیف ہے تو آخر یہی کہنا پڑے گا کہ مطلقاً" نفی مقصود نہیں خاص کر جبکہ خود امام سیوطیؒ نے یہی جابرؓ کی حدیث اور حضرت

عائشہؓ کی رمضان غیر رمضان میں گیارہ والی حدیث آٹھ تراویح کے ثبوت میں پیش کی ہے ملاحظہ ہو رسالہ تراویح للسیوطیؒ صفحہ ۱۸-۱۰۔ خدا جانے مولوی عبیدی صاحب خود نہیں سمجھے یا لوگوں کو مغالطہ دینے کے عادی ہیں۔ خدا اس سے بچائے آمین۔

حنفی ۔ تعداد رکعات تراویح ' حدیث صحیح سے نہ ثابت ہونے پر سرتاج الحدیث نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کا اقرار

الانتقاد میں لکھتے ہیں کہ

ولم یات تعیین العدد فی الروایات الصحیحة المرفوعة ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددھا کان کثیرا

یعنی کسی روایت صحیح مرفوعؓ سے تعداد رکعت ثابت نہیں ہاں اس حدیث سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جس قدر سعی کرتے تھے وہ غیر رمضان میں نہ کرتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رکعات تراویح کی تعداد زیادہ تھی۔

اور ہدایۃ السائل میں لکھتے ہیں:

آنچہ در صحاح و حسان وضعاف اخبار دربارۂ امر رمضان ترغیب دراں وارد شدہ دراں تعیین تعداد نیامدہ۔

جتنی حدیثیں صحاح ' حسان ' ضعاف قیام رمضان اور اس کی ترغیب میں آئی ہیں ان میں تعداد رکعات کی تعیین نہیں"

(ص ۲۸-۲۹)

اہلحدیث ۔ نواب صاحبؒ نے ہدایۃ السائل میں جو کچھ لکھا ہے وہ تو وہی ہے جو کچھ امام سیوطیؒ نے لکھا ہے اور الانتقاد میں جو کچھ لکھا ہے اس سے مراد آٹھ کے علاوہ (بیس وغیرہ) کیونکہ آٹھ کے ثبوت میں آگے چل کر انہوں نے یہی دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

ایک حضرت عائشہؓ والی: دوسری حضرت جابرؓ والی اور بیس والی کی تردید کی ہے ملاحظہ ہو۔ الانتقاد ص ۳۶

اور اخیر میں آٹھ ہی ثابت کی ہیں اور دلیل یہی حضرت عائشہؓ وغیرہ کی حدیث پیش کی ہے پھر حدیث کان رسول اللہ یجتھد کا حوالہ مسلم کا دیا ہے اور مسلم میں فی رمضان کی بجائے فی العشر الاواخر ہے پس اس حدیث سے استدلال کی جڑ ہی کٹ گئی۔ یعنی

شرح بخاری میں اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں : ان الزیادۃ فی العشر الاواخر یحمل علی التطویل دون الزیادۃ فی العدد اخیر دھاکے میں زیادتی اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ قیام لمبا کرتے تھے نہ کہ رکعات زیادہ پڑھتے تھے اور اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی حدیث رمضان غیر رمضان سے بھی ہوتی ہے۔

حنفی : آٹھ رکعت تراویح پر تیسری دلیل کی حقیقت

اثر جناب حضرت عمرؓ سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہیں ہوتیں

تیسری دلیل آٹھ رکعت تراویح کے قائلین کے پاس حضرت عمرؓ کا وہ اثر ہے جو موطا وغیرہ میں منقول ہے کہ

حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم فرمایا۔

اس سے بھی آٹھ رکعت تراویح کا ثبوت نہیں ہو سکتا جس کی زبردست دلیل درج ذیل ہے۔

دلیل ۱۵ اس میں شک نہیں کہ وہ اس اثر سے دلیل پیش کر سکتے تھے مگر غور فرمایئے کہ حضرت عمرؓ کے آثار خود مختلف ہیں کہیں حضرت عمرؓ سے آٹھ رکعت کا ثبوت ملتا ہے۔ کہیں بیس (۲۱) کا کہیں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے مبارک عہدوں میں بیس (۲۳) رکعت پڑھے جانے کا قوی ثبوت ملتا ہے چنانچہ یہاں نمونہ کیلئے صرف دو اثر نقل کئے دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ عینیؒ بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

روی عبدالرزاق فی مصنفہ عن داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب ان عمر بن الخطابؓ اجمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وتمیم الداری علی عشرین رکعۃ یعنی حضرۃ عمرؓ نے لوگوں کا امام ابی بن کعبؓ اور تمیم داری کو بنایا اور بیس رکعت کا حکم دیا" (ص ۲۹-۳۰)

مولوی عبیدی کی ترجمہ میں خیانت اہلحدیث عینیؒ کی نقل کردہ روایت میں لفظ اجمع کا ترجمہ مولوی عبیدی صاحب نے حکم دیا کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے پھر عینیؒ نے عبدالرزاق کی جس روایت کا ذکر کیا ہے اس کے اصل الفاظ میں لجمع کا ذکر ہی نہیں جبکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ پس اس کو حضرت عمرؓ کی

طرف نسبت کرنا عینیؒ کی غلطی ہے۔ نیز اس روایت کے اصل..... الفاظ میں عشرین (بیس) نہیں بلکہ احدیٰ و عشرین (اکیس) ہیں۔ اب اگر وتر تین ہوں جیسے حنفیہ کا مذہب ہے تو تراویح ۱۸ ہوئیں نہ کہ بیس۔ پس حنفیہ کا استدلال اس سے صحیح نہ ہوا۔ احناف ایک وتر کے قائل نہیں ہے اگر وتر ایک ہو تو تراویح بیس ہوں گی مگر ایک رکعت وتر کے حنفیہ قائل نہیں اس صورت میں بھی حنفیہ کی یہ دلیل نہ ہوئی۔

دوم حافظ عبدالرزاقؒ اگرچہ ثقہ حافظ مگر حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ عمی فی اخر عمرہ فتغیر یعنی اخیر عمر میں نابینا ہو گیا پس حافظہ میں فرق آگیا نیز شیعہ تھا" پس یہ روایت گیارہ والی کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ گیارہ والی کے راوی امام مالکؒ ہیں۔ جن کے متعلق حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں۔

امام دار الهجرة راس المتقنين و	یعنی امام مالکؒ امام المدینہ حدیث ضبط
كبير المثبتين حتى قال البخاری اصح	کرنے والوں کے رئیس اور محفوظ رکھنے والوں
الاسانيد كلها مالک عن نافع عن	کے بڑے ہیں۔ یہاں تک کہ امام بخاریؒ
ابن عمر رض	کہتے ہیں تمام سندوں سے زیادہ صحیح سند
	امام مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمر رض ہے"

علاوہ اس کے عبدالعزیز بن محمد جو ثقہ ہے اس نے امام مالکؒ کی متابعت کی ہے نیز امام جرح تعدیل یحیٰ بن سعید قطانؒ (جن کے متعلق حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں: ثقة متقن حافظ یعنی ثقہ ہے پختہ ہے حافظ ہے) نے بھی امام مالکؒ کی متابعت کی ہے۔ پہلی متابعت سعید بن منصورؒ نے روایت کی ہے اور دوسری متابعت ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی ہے اور یہ دونوں متابعتیں علماء حنفیہ کے بڑے عالم نیموی نے بھی آثار السنن میں ذکر کی ہیں بلکہ ایک تیسری متابعت بحوالہ قیام اللیل محمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحاق کی ذکر کی ہے اس میں تیرہ رکعت ہیں مگر کہا ہے کہ ۱۳ قریب ہیں یعنی دو رکعت عشاء کے بعد کی ملا کر ۱۳ ہو جاتی ہیں پس گیارہ والی کے مقابلہ میں عبدالرزاق کی روایت باخ بھی نہ رہی خاص کر جبکہ گیارہ والی کی موید مرفوع حدیث بھی ہو جو حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان غیر رمضان گیارہ رکعت سے زیادہ نہ کرتے تھے اسی طرح جابر رض اور ابی سلمہؒ کی احادیث موید ہیں جن کی تفصیل صفحہ ۴۱-۴۲ و صفحہ ۶۷ تا ۷۰ میں گزر چکی ہیں۔

حنفی - اور بیہقی میں ہے:

عن السائب بن یزید قال کانوا	یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
یقومون علی عهد عمر بن الخطاب	زمانہ میں تراویح کی بیس ۲۰
رضی اللہ عنه فی شهر رمضان	رکعت پڑھی جاتی تھیں
بعشرین رکعة واسناده صحیح	(اور اس کی اسناد
(آثار السنن ج۲ ص۲۹)	صحیح ہے) (ص ۲۰)

اہلحدیث - یہ آپ کا مغالطہ ہے آپ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف روایتیں ذکر کر رہے تھے اور ذکر کر دی وہ روایت جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کے بیس رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ ناظرین خیال فرمائیں کہ یہ کتنا بڑا مغالطہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب گیارہ کا حکم دے چکے ہیں چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ تو لوگ خواہ کچھ کریں اور حضرة عمر رضی اللہ عنہ کا قول فعل نہیں ہو سکتا۔

اس طرح تو ۴۱ تراویح کا قول بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہونا چاہیے کیونکہ ترمذی رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ سے ۴۱ روایت کی ہیں، حالانکہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہنا بالکل غلط ہے۔ علاوہ اس کے مولوی عبیدی صاحب کی نقل کردہ روایت کی اسناد میں ابو عبداللہ بن فنجویہ دینوری ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں ہوا۔ اگرچہ اس کے متعلق شوق نیموی نے آثار السنن میں لکھا ہے کہ کبار محدثین سے ہے مگر اس سے ثقہ ہونا ثابت نہیں (۴۳) ہوتا اور ایک روایت میں کانوا یقومون کی جگہ کنا نقوم ہے..... اس کی سند میں ابو عثمان بصری عمرو بن عبداللہ ہے۔ اس کے متعلق شوق نیموی" آثار السنن میں لکھتے ہیں کہ اس کا حال معلوم نہیں ہوا پس یہ مجہول ہوا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے باپ کے نام میں غلطی ہو گئی ہے۔ صحیح عبید ہے۔ کیونکہ کتب اسماء الرجال میں ابو عثمان بصری عمرو بن عبید ہی لکھا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ یہ جھوٹ سے متہم ہے۔ پس یہ روایت بالکل ردی ہو گئی۔ نیز اس کے معارض اور روایتیں آئی ہیں۔ سعید بن منصور" نے روایت کیا ہے سائب بن یزید کہتے ہیں کہ نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرة رکعة یعنی ہم حضرة عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

امام سیوطیؒ رسالہ تراویح میں کہتے ہیں اسنادہ فی غایۃ الصحۃ یعنی اس کی اسناد اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

اب اثر عثمان کا حال سنیئے شوق نیموی آثار السنن میں لکھتے ہیں

لایخفی علیک ان ماروله السائب من حدیث عشرین رکعۃ قد ذکرہ بعض العلماء بلفظ انہم کانو یقومون علی عہد عمر ؓ بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان ؓ و علی رضی اللہ عنہ مثلہ وعزاہ الی البیہقی فقولہ علی عہد عثمان و علی مثلہ قول مدرج لا یوجد فی تصانیف البیہقی۔ انتہی

یعنی یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ سائب کی بیس والی روایت کو بعض نے بحوالہ بیہقی ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کے زمانہ میں لوگ بیس کے ساتھ قیام کرتے تھے اسی طرح حضرت علی ؓ کے زمانہ میں لیکن حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کا ذکر کسی نے اپنی طرف سے داخل کر دیا ہے۔

تصانیف بیہقی میں اس کا نام و نشان نہیں

شوق نیموی ؒ حنفیہ کے بڑے بزرگ ہیں۔ انہوں نے خود ہی اسکو رد کر دیا ہے۔ پھر اس میں حضرت عثمان ؓ وغیرہ کے زمانہ کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ مولوی عبیدی صاحب نے حضرت عثمان ؓ وغیرہ کے ذمے لگا دیا۔

علاوہ اس کے مولوی عبیدی صاحب کا یہ کہنا کتنی ذہلی غلطی ہے کہ یہ ممکن نہ تھا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی ؓ یہ دونوں حضرت عمر ؓ کی تحقیق کردہ بات کو تسلیم نہ کرتے کیا صحابہ کرام ایک دوسرے کی تحقیق کے پابند تھے۔ ایک بڑھیا کھڑے ہو کر حضرت عمر فاروق ؓ کی بات کو رد کر دیتی ہے جبکہ انہوں نے زیادتی مہر سے منع کیا تو بڑے بڑے صحابہ کرام کس طرح مانند ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمر ؓ کا مذہب ہے کہ جنبی بیے تیمم نہیں۔ کیا حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کا بھی یہی مذہب ہے؟ حاشالا کلا۔

اسی طرح حضرت ابو بکر ؓ تقسیم مال میں صحابہ وغیرہ کے درمیان برابری کرتے باوجود لوگوں کے مشورہ دینے کے اپنی بات پر قائم رہے۔ جب حضرت عمر ؓ خلیفہ ہوئے تو ابو بکر صدیق ؓ کی بات کو رد کر دیا اور کہا ان کی رائے ان کے ساتھ تھی میری رائے اور ہے وہ نہیں پس مہاجرین اور انصار اور اہل بدر کی پانچ پانچ ہزار تنخواہ مقرر کر دی۔ اور جن کا اسلام اہل بدر کی طرح تھا لیکن بدر میں حاضر نہیں ہوئے ان کی چار چار مقرر کی علی

بہ القیاس کمی بیشی کر دی۔ ملاحظہ ہو منتخب کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۶۴

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خمس غنیمت میں قرابتوں کے حق کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دینی شروع کر دی۔ غرض کوئی کسی کی تحقیق کا پابند نہ تھا یہ مولوی عبیدی صاحب کی من گھڑت بات ہے۔ علاوہ اس کے اس میں کوئی مخالفت بھی نہیں کیونکہ نفل سمجھ کر زیادہ پڑھے اس پر کیا اعتراض؟

رہا اخیر میں بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے یہ ذکر کرنا کہ پہلے آٹھ تھیں پھر بیس ہوئیں بے دلیل ہے۔ کہنے والا یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ پہلے بیس تھیں پھر آٹھ ہو گئیں۔ اگر ہم فرضی طور پر بیہقی کی مان لیں تو گیارہ پھر بھی بہتر ہیں چنانچہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی تفصیل کی ہے۔

نواب صاحب "الانتقاد الرجیح" میں لکھتے ہیں۔

قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ الحرانی فی بعض فتاواہ ان نفس قیام رمضان لم یوقت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فیہ عددا معینا بل ہو کان ﷺ وآلہ واصحابہ وسلم لا یزید فی رمضان ولا غیرہ علی ثلث عشر رکعۃ کان یطیل الرکعات فلما جمعہم عمر رضی اللہ عنہ علی ابی بن کعب کان یصلی بہم عشرین رکعۃ ثم یوتر بثلاث وکان یخفف القراءۃ بقدر ما زاد من الرکعات لان ذلک اخف علی المامومین من تطویل الرکعۃ الواحدۃ ثم کان طائفۃ من السلف یقومون باربعین رکعۃ و یوترون بثلاث واٰخرون قاموا بست و ثلثین واوتروا بثلاث وھذا شائع فکیف ما قام فی رمضان من ھذہ الوجوہ فقد احسن والافضل مختلف باختلاف

ترجمہ: شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے بعض فتاووں میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کا کوئی اعداد مقرر نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ رمضان غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ رکعتیں لمبی کرتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت پھر تین وتر پڑھاتے تھے اور جتنی رکعتیں زیادہ کیں اتنی قراءۃ کم کر دی۔ پھر ایک جماعت سلف سے چالیس تراویح اور تین وتر پڑھتی اور دوسرے لوگ چھتیس تراویح اور تین وتر پڑھتے اور یہ مشہور ہے ان صورتوں سے جونسی صورت کوئی اختیار کرے سب اچھی ہیں۔ اور بہتر صورت نمازیوں کے حالات پر نظر کرتے ہوئے مختلف ہے۔ اگر وہ لمبی قراءت برداشت کرسکتے ہیں

لحول المصلین فان کان فیھم احتمال لطول القیام فالقیام بعشر رکعات وثلاث بعدھا کما کان النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم یصلی لنفسہ فی رمضان وسیرہ فھو الافضل وان کانوا لایحتملون فالقیام بعشرین ھو الافضل و ھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین فانہ وسط بین العشر والاربعین وان قام باربعین وغیرھا جاز ذلک ولا یکرہ شئی من ذلک وقد نص علی ذلک غیر واحد من الائمۃ کاحمد وغیرہ ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد موقت عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم لایزاد علیہ ولا ینقص فقد اخطا انتہی (الانتقاد الرجیح ص ۱۳)

تو دس تراویح اور تین وتر بہتر ہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو اختیار کیا ہے ورنہ پھر بیس بہتر ہیں اور اکثر مسلمان اسی پر عمل کرتے ہیں کیونکہ دس اور چالیس کے درمیان ہیں اور اگر کوئی چالیس پڑھے وہ بھی جائز ہیں اور ان سے کوئی شے مکروہ نہیں۔ اور کئی ائمہ نے اسکی تصریح کی ہے جیسے امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ۔ اور جس نے یہ خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عدد مقرر کیا ہے جس سے کمی بیشی نہ ہو اس نے غلطی کی۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ گیارہ رکعت کو ہر صورت میں ترجیح ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہیں ہاں قرأت لمبی ہونی چاہئے۔ یہ ہماری رائے ہے مگر اصل وجہ یہی ہے کہ یہ عدد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت لمبی کا اندازہ تو حنفیہ کی بیس رکعت سے بھی پورا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اہلحدیث کی آٹھ سے بھی پہلے ختم کر لیتے ہیں۔ اس صورت میں آٹھ بہتر ہیں۔ نیز قراۃ لمبی کرنی بہتر ہے۔ سو آٹھ میں کچھ لمبی ہی ہو جاتی ہے اسلئے ہی آٹھ افضل ہیں۔

پھر مولوی عبیدی صاحب نے رسالہ امام سیوطیؒ کے حوالہ میں خیانت کی ہے وہاں یہ لکھا ہے۔ نفل ہیں ان کی کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں۔ ملاحظہ ہو ان کا رسالہ۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام سیوطیؒ نے اس رسالہ میں آٹھ پر زور دیا ہے کیونکہ اصل سنت یہی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں باقی زوائد نوافل ہیں چنانچہ حنفیوں کے جد امجد امام ابن الہمامؒ نے فتح القدیر جلد اول صفحہ ۱۹۸ میں اس کی تصریح کی ہے اور صاحب بحرالرائق بھی اسی کے قائل ہیں کہ اصل سنت تراویح آٹھ ہیں۔ باقی مستحب ہیں اسی

طرح طحاویؒ نے کہا ہے اور اسی بنا پر بیس سے زائد ۴۱ بلکہ ۴۷ تک بھی پڑھی گئی ہیں تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ اہلحدیث کے امتیازی مسائل صفحہ ۶۲ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

مولانا عبیدی کا امام شوکانیؒ پر افتراء: اخیر میں جو امام شوکانیؒ سے اس مسئلہ کا بمنزلہ اجماع کے ہونا نقل کیا ہے یہ بھی خلاف واقعہ اور امام شوکانیؒ پر سراسر افتراء ہے۔ نہ امام شوکانیؒ کی کوئی کتاب کشف الغمہ ہے نہ ان کی یہ عبارت ہے۔ ہاں شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ کی کشف الغمہ ہے مگر اخری ٹکڑا (وعدوہ کالاجماع (ترجمہ) اور اسکو سب نے بمنزلہ اجماع کے قرار دینا اس میں بھی نہیں۔ یہ مولوی عبیدی صاحب کا شیخ عبدالوہابؒ پر بہتان ہے۔ ملاحظہ ہو کشف الغمہ صفحہ ۱۲۰

پھر اس کتاب کی حقیقت سنیئے۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم اتحاف النبلاء میں لکھتے ہیں:

ایں کتاب دریں نزدیکی بمصر ہم طبع شدہ لیکن بکار آمد مقلدین بحت است نہ مجتہدین محققین کہ بحث می کنند از صحت وسقم ادلہ وثبت وعدم ثبوت بہ شروط معتبرہ نزد اہل حدیث وفقہ۔ (اتحاف النبلاء باب الکاف صفحہ ۱۲۷)

ترجمہ: یہ کتاب ابھی ابھی مصر میں چھپ چکی ہے مگر خاص مقلدین کے لئے کارآمد ہے نہ مجتہدین اور تحقیق کرنیوالوں کے لئے جو دلائل کے صحت وضعف اور ثبوت وعدم ثبوت سے ان شرائط کے ساتھ بحث کرتے ہیں جو اہلحدیث وفقہ کے نزدیک معتبر ہیں۔"

مولانا عبیدی کی خیانت

قارئین کرام! مولوی عبیدی صاحب کی چالیں ملاحظہ فرمائیں کہ "شعرانی" کا "شوکانی" بنا دیا تاکہ جماعت اہلحدیث پر خاص اثر ہو اور اخیر کا ٹکڑا اضافہ کر دیا تاکہ مسئلہ قریبا اجماعی بن جائے۔ اور کتاب کی حقیقت پردہ میں رکھی تاکہ عوام کو مغالطہ لگے کہ یہ بات محققانہ رنگ میں بیان کی گئی ہے۔ بھلا بتائیے جب رہبران و ذمہ داران قوم کی یہ حالت ہو تو اس قوم کی کیا حالت ہو گی جس کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہے۔ سچ ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم فیھدیھم طریق الھالکینا

احناف

تراویح کی بیس رکعت مسنون ہونیکا ثبوت اور بیس رکعت کو بدعت کہنے کی تردید

دلیل نمبر۱۶ تراویح کا مسنون ہونا تو مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

عن عبدالرحمن بن عوف ان	"عبدالرحمن بن عوف سے مروی ہے
رسول الله صلی الله علیه وسلم	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان
ذکر شهر رمضان فقال ان رمضان	کا ذکر فرمایا اور کہا کہ یہ ایک مہینہ ہے
شهر افترض الله صیامه ولی	جس کے روزے اللہ نے فرض کئے
سننت للمسلمین قیامه فمن صامه	اور جس میں قیام (یعنی تراویح کی نماز)
وقامه ایمانا واحتسابا خرج	میں نے مسنون کی۔ پس جو روزہ رکھے
من الذنوب کیوم ولدته امه	اور قیام کرے گا وہ گناہوں سے ایسا نکل
(رواه الترمذی وابن ماجه واحمد)	جائیگا جیسا کہ پیدائش کے وقت پاک تھا۔"

اس میں صاف معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمائی۔ جو شخص تراویح کو بدعت کہتا ہے وہ یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو صراحۃً "ٹھکراتا" ہے کہ ولی سننت للمسلمین قیامه یعنی میں نے مسنون کیا اس کا قیام" (ص ۳۱-۳۲)

اہلحدیث: یہ حدیث وہی ہے جس کو شروع ص ۱۵ میں دلیل چہارم بنایا گیا ہے اور وہیں اس کے متعلق بحث ہو چکی ہے پھر اس میں بیس کا کوئی ثبوت نہیں۔

حنفی: دلیل نمبر۱۷ اس کے علاوہ متعدد احادیث صحیحہ سے جو بخاری و مسلم میں موجود ہیں جن کو یہاں بوجہ طوالت نہیں نقل کیا گیا یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تین راتوں میں نماز تراویح پڑھائی اور پھر اس اندیشہ سے ترک فرمائی کہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا تو حضور ﷺ کبھی ترک نہ فرماتے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا یہ ترک بھی حکماً" ادا کرتے رہنا ہی ہے اس لئے نماز تراویح سنت موکدہ ہوئی۔ کیونکہ جس پر مواظبت ہو وہ ہی سنت موکدہ ہے۔ یہاں معنی مواظبت ہے۔" (ص ۳۲)

کیا تراویح سنت موکدہ ہیں ؟

اہلحدیث : اگر تراویح بحالت موجودہ سنت موکدہ ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور شروع خلافت عمرؓ میں متروک نہ رہتیں بلکہ حضرت عمرؓ نے جب جاری کیں تو خود شامل نہیں ہوئے اور فرمایا اخیر رات بہتر ہے چنانچہ صفحہ ۷ میں بضمن دلیل ہفتم تفصیل ہو چکی ہے۔

احناف دلیل نمبر ۱۸

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

یہ بات اوپر واضح ہو چکی ہے کہ تراویح تو حضور ﷺ نے ضرور پڑھیں لیکن تعداد رکعات صحیح احادیث سے معلوم نہیں ہوتی۔ تمام صحیح احادیث تعداد رکعات کے بارے میں خاموش ہیں جن میں کچھ ذکر آبھی گیا ہے وہ کسی نہ کسی سقم کی وجہ سے قابل استدلال نہیں رہتیں۔ ایسی حالت میں شارع علیہ السلام کی طرف سے ہم کو اختیار ہے کہ چاہے ہم آٹھ پڑھیں یا بیس یا پچاس یا سو اور جس قدر بھی پڑھیں گے وہ مسنون ہی ہوں گی کیونکہ وہاں تو تعداد مقرر نہیں لہذا ہماری ہر تعداد تراویح کی مسنون ہی ہوگی بس بیس کی تعداد بھی مسنون ہی کی جائیگی۔ بدعت کا اور خلاف سنت کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا"۔ (ص ۳۲)

اہلحدیث : اوپر گزر چکا ہے کہ آٹھ کی تعداد صحیح احادیث سے ثابت ہے پس آپ کا صحیح احادیث کو تعداد کے بارے میں خاموش کہنا غلط ہے۔

اپنی طرف سے عدد کی تعیین بدعت ہے

علاوہ اس کے یہ قاعدہ بھی غلط ہے کہ جب مطلق مسنون ہو تو ہر عدد مسنون ہوتا ہے۔ دیکھئے مطلق صدقہ خیرات کا حکم ہے لیکن اگر کوئی شخص ایک دن مقرر کرلے جیسے میت کا تیجا، ساتا، چالیسواں، ششماہی یا پیر صاحب کی گیارہویں ہوتی ہے تو یہ شے بدعت ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح بغیر ثبوت کے جب ایک عدد مقرر کر کے اس پر زور دیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتی ہے۔

پھر آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف دو رکعت بھی تراویح ہو جاتی ہے کیونکہ جب ہر عدد مسنون ہے تو دو بھی عدد ہے۔

(مولانا عبیدی کی حالت پر تعجب)

مولوی عبیدی صاحب کی عجیب حالت ہے، ادھر بیس واجب کہتے ہیں اور ادھر دو کے بھی قائل ہیں۔ بے سوچے بن سمجھے لکھے جاتے ہیں۔ انا للہ

حنفی: نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس امر میں شارع نے ہمیں اختیار دیدیا ہے اگر اس میں ہم اپنی رائے کی بجائے ان لوگوں کی رائے اختیار کر لیں جو ہم سے تقویٰ، دیانت، فہم و فراست، علم و فضل میں بدرجہا اعلیٰ و ارفع ہوں تو کیا ایسا کرنا ہمیں ازروئے شرع درست ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے قرآن شریف سے اس کا فیصلہ حاصل کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

واتبع سبیل من اناب الیّ۔ پ

جن لوگوں نے میری طرف رجوع کیا ہے ان کی پیروی کرو۔

اس میں اتبع صیغہ امر کا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے بشرطیکہ وہاں کوئی مانع موجود نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہاں کوئی مانع نہیں لہٰذا ایسے مواقع پر جب شارع کا کوئی خاص حکم موجود نہ ہو، اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی پیروی کرنا ضروری اور واجب ہوا اب کو مسلم ہے کہ صحابہ و تابعین سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں میں نہیں ہوا۔ اس لئے یہ لوگ ضرور من اناب الیّ میں داخل ہیں اور چونکہ صحابہ علم و فضل کے اعتبار سے مختلف تھے۔ بعض بعض پر فضیلت رکھتے تھے اس لئے حضور ﷺ نے ان میں سے بعض کی اتباع کا خصوصیت کے ساتھ حکم دیا جن سے عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں۔ جن کے متعلق حضرت محمد ﷺ کا یہ ارشاد صاف لفظوں میں ہو رہا ہے کہ:

تمسکوا بعهد ابن مسعود (ترمذی ص ۲۲۱ ج ۲)

رضیت لامتی ما رضی به ابن ام عبد

وسخطت لامتی ما سخط لها

ابن ام عبد (اکمال جلد اول)

ما حدثکم ابن مسعود فصدقوه

(ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا عبداللہ بن مسعودؓ ام عبد کنیت ہے عبداللہ بن مسعود کی) کے احکام (۳۳) پر عمل کرو۔ میری امت کے لیے ابن مسعودؓ نے جو پسند کیا میں بھی اس سے خوش ہوا اور جس سے وہ ناخوش ہوا، میں ناخوش ہوا۔ ابن مسعودؓ جو بات بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص بتایئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چال چلن، عادات و اطوار میں بالکل قریب ہو تاکہ ہم بھی اس کی پیروی کریں۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ما اعرف احدا اقرب سمتا و هديا و دلا بالنبي صلى الله عليه وسلم من ابن ام عبد (صحیح بخاری ص ۵۳۱ ج اول)

یعنی میں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن، عادات و اطوار کے قریب کسی کو نہیں پایا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تیئیس سالہ زبردست تجربہ سے عبداللہ بن مسعود کی حالت کو معلوم کر لیا تھا کہ وہ میرے طریقہ اور سنت کے پورے پابند رہیں گے۔ اس لئے اس قدر زبردست الفاظ میں اس کا اعلان فرمایا اور صحابہ نے بھی اس کا اقرار کیا۔ اسی لئے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ اکثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر ہم تراویح کے متعلق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی کریں اور جس قدر تراویح ان سے پڑھنا ثابت ہوئی ہیں، پڑھیں تو یہ عین سنت ہو گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے بالکل مطابق۔ لہذا آیئے دیکھیں کہ انہوں نے اس معاملہ میں کیا کیا، آٹھ پڑھیں یا بیس

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قال زيد بن وهب كان عبدالله ابن مسعود يصلي بنا في شهر رمضان فينصرف و عليه ليل قال الاعمش كان يصلي عشرين ركعة يوتر بثلث

زید بن وہب کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ رمضان میں ہم کو نماز پڑھا کر ایسے وقت فارغ ہوتے کہ رات باقی رہتی۔ اعمش کہتے ہیں کہ بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر

معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح کی باجماعت بیس رکعت پڑھتے تھے تو تمسكوا بعهد ابن ام عبد (ترمذی) کے مطابق ہمیں واجب ہو گیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود کا قول اختیار کریں جو بیس رکعت کا ہے" (صفحہ ۳۲-۳۳-۳۴)

<u>اہلحدیث</u>: ناظرین خیال فرمائیں کہ مولوی عبیدی صاحب نے کتنا لمبا تانا تنا ہے مگر حال یہ ہے کہ اس کی تار تار شکستہ ہے۔ اول یہ کہ شارع کی طرف سے ایک شے کا اختیار ہو تو امتی کو کیا حق ہے کہ شارع کے خلاف ایک صورت کو لازم کر دے خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کا فیصلہ سنیئے

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الاعن یمینہ لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ متفق علیہ (مشکوۃ باب الدعاء فی التشہد)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی تمہارا نماز سے شیطان کے لئے کچھ حصہ نہ کرے کہ اپنے ذمہ لازم سمجھے کہ (سلام پھیر کر صرف) دائیں طرف ہی پھروں گا۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ ﷺ کو بائیں طرف پھیرتے ہی دیکھا ہے۔"

اس روایت میں عبداللہ بن مسعودؓ نے فیصلہ کر دیا کہ شارع کے اختیار کو بند کرنا شیطانی حصہ ہے۔

دوم مولوی عبیدی صاحب نے آیت واتبع سبیل من اناب الی پیش کر کے امر کو وجوب کے لئے قرار دیکر عبداللہ بن مسعودؓ سے بیس تراویح کی روایت ذکر کر کے بیس تراویح کو واجب کہہ دیا ہے حالانکہ پہلے جگہ جگہ بیس تراویح کو سنت موکدہ کہہ چکے ہیں۔ گویا آگے لکھتے جاتے ہیں پیچھے بھولتے جاتے ہیں خدا کسی کو ایسا نہ کرے۔

سوم عبداللہ بن مسعودؓ کے عہد کے ساتھ تمسک کرنے کی روایت ذکر کی ہے اور اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "ان کے احکام پر عمل کرو" اسی طرح کی تین روایتیں حسب (۴۵) زعم اور ذکر کی ہیں ایک اکمال کی دوسری ترمذی کی تیسری بخاری کی۔ حالانکہ اول نمبر ان کے خلاف کرنیوالے حنفیہ ہیں عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں دوسری جماعت کے قائل ہیں چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں باسناد صحیح مروی ہے کہ انہوں نے دوسری جماعت کرائی ملاحظہ ہو" تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی جلد اول ص ۱۹۰ اور جنبی کیلئے تیمم کے وہ قائل نہیں چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے۔

اور بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص دودھ والا جانور (گائے وغیرہ) خریدے جس کا دودھ بائع نے ایک دو وقت نہیں دھویا تاکہ بہت معلوم ہو تو خریدار کو تین دن تک اختیار ہے خواہ تین دن کے بعد رکھ لے یا واپس کر دے۔ اگر واپس کرے تو ایک ٹوپا (پیمانہ) کھجوروں کا (تین دن کے دودھ کے عوض میں) ساتھ دے۔ حنفیہ اس کے سخت مخالف ہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی ۲۰ تراویح والی روایت ضعیف ہے

اسی طرح کی بہت روایتیں ہیں جن میں حنفیہ عبداللہ بن مسعودؓ کے مخالف ہیں۔

سراجی علم میراث کی کتاب دیکھو اس میں کئی مسائل عبداللہ بن مسعودؓ کے حنفیہ نہیں مانتے۔ یہاں چونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ان کو حسب زعم موافق مل گئی ہے اس لئے اس پر زور دے رہے ہیں۔ مگر خدا کی شان ' بد قسمتی سے یہ روایت ہی ضعیف ہے۔ اعمش نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نہیں پایا پس یہ منقطع ہوئی اور منقطع ضعیف ہوتی ہے۔ (۴۶)

<u>حنفی دلیل نمبر۱۹</u> اور سنیئے کہ صاحب ترمذی لکھتے ہیں:

اختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی و اربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ماروی عن علیؓ و عمرو غیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری و ابن المبارک و الشافعی وقال الشافعی وهکذا ادرکت ببلدنا مکة یصلون عشرین رکعة۔

علماء قیام رمضان میں مختلف ہیں بعض کی رائے مع وتر ۴۱ رکعت کی ہے چنانچہ اہل مدینہ کا یہی قول ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے لیکن زیادہ علماء کی وہی رائے ہے جو حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور وہ بیس رکعت ہیں۔ یہی قول سفیان ثوریؒ ' ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بھی بیس رکعت پڑھتے دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں

(۱) بیس رکعت کے اکثر علماء قائل ہیں۔

(۲) حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ و دیگر اصحاب رسول اللہ صلعم سے بیس رکعت مروی ہیں۔

(۳) سفیان ثوریؒ' امام شافعیؒ' ابن مبارکؒ کا مذہب بھی بیس رکعت کا ہے۔

(۴) اہل مکہ کا عمل بیس رکعت پر ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں بیس رکعت کو یہ کہہ کر افضل کہا ہے کہ وهوالذی یعمل به اکثر المسلمین اسی پر اکثر مسلمانوں کا عمل ہے۔

<u>اہلحدیث :</u> حنفیہ کے نزدیک ادلہ اربعہ (کتاب۔ سنت۔ اجماع۔ قیاس) چار دلیلیں ہیں

اور اہلحدیث کے نزدیک اس سے بھی کم ہیں۔ اکثریت کسی کے نزدیک دلیل نہیں .... خاص کر متاخرین کی اکثریت کسی گنتی میں نہیں۔ پھر مرفوع حدیث حضرۃ عائشہ وغیرہ سے آٹھ ہی ثابت ہیں چنانچہ گزر چکا ہے کہ پس اکثریت کا کیا ذکر۔ بلکہ خود امام ابن تیمیہ نے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۴۸ میں تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ سے زیادہ رکعتیں ثابت نہیں اور امام شافعی وغیرہ اگر بیس کے قائل ہیں تو امام مالکؒ گیارہ پسند (۴۷) کرتے ہیں۔ جو امام مدینہ ہیں۔ ان پر اہل مکہ کے بیس پڑھنے کا کیوں اثر نہ ہوا۔ پھر امام شافعیؒ بھی بطور نفل بیس کے قائل ہیں چنانچہ ص ۶۷ میں گزر چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تراویح آٹھ ہیں باقی زوائد نوافل ہیں۔ جتنے کوئی چاہے پڑھے۔ اسی بناء پر گیارہ سے لیکر ۴۷ تک پڑھی گئی ہیں، تفصیل کے لئے ہمارے رسالہ امتیازی مسائل کا ص ۶۶ ملاحظہ ہو اور مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری مرحوم نے بھی تحفۃ الاحوذی جلد ۲ ص ۷۳ میں اس کے متعلق کافی تفصیل کی ہے۔

حنفی: نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی الانتقاد میں لکھتے ہیں کہ

فی البیھقی ان علیا رضی اللہ عنہ یومھم بعشرین رکعۃ وقال فیہ قوۃ

حضرت علیؓ بیس رکعت پڑھاتے تھے اور کہا بیہقی نے کہ یہ قوی ہے۔

دلیل نمبر ۲۵ بیہقی میں ہے:

عن ابی الخصیب قال کان یومنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ و اسنادہ حسن (آثار السنن)

حضرت سوید بن غفلہ صحابیؓ (۴۸) ہم کو بیس رکعت پانچ ترویحات کے ساتھ پڑھاتے تھے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ "(ص ۴۷)

اہلحدیث: الانتقاد کی عبارت میں زیادہ اختصار کی وجہ سے یا عبارت کرنے کی وجہ سے ذرا غلطی ہو گئی ہے بیہقی میں یہ روایت اس طرح ہے:

وثناہ ابو زکریا بن ابی اسحاق انباء ابو عبداللہ محمد بن یعقوب ثنا محمد بن عبدالوھاب انباء جعفر بن عون انباء ابوالخصیب قال کان یومنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات

ابو خصیبؒ کہتے ہیں سوید بن غفلہؒ ماہ رمضان میں ہماری امامت کرتے ہیں ہمیں بیس تراویح پڑھاتے اور شتیر بن شکل سے ہم نے روایت کیا ہے اور وہ حضرت علیؓ کے اصحاب سے

عشرین رکعة و رویناعن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یومھم فی شھر رمضان بعشرین رکعة ویوتر بثلث وفی ذلک قوة (الی اخیرہ) ابو الحسن بن الفضل بن القطان ببغداد انبانا محمد بن احمد بن عیسٰی بن عبدک الرازی ثنا ابو عامر عمرو بن تمیم ثنا احمد بن عبداللہ بن یونس ثنا حماد بن شعیب (۱) عن عطاء بن السائب عن ابی عبدالرحمٰن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بھم وروی ذلک من وجہ اخر عن علی (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شھر رمضان)

ہے۔ وہ رمضان میں لوگوں کی امامت کرتے بیس رکعت کے ساتھ اور تین وتر پڑھاتے اور اس میں اس روایت کو کچھ تقویت ہے جس کی خبر ہمیں ابو الحسن بن فضل نے بغداد میں دی ان کو محمد بن احمد نے خبر دی کہ ان کو ابو عامر بن تمیم نے خبر دی ان کو احمد بن عبداللہ نے ان کو حماد بن شعیب نے خبر دی وہ عطاء بن سائب سے روایت کرتے ہیں وہ ابی عبدالرحمٰن سلمی سے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلا کر ان سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے اور حضرت علیؓ ان کو وتر پڑھاتے۔ اور یہ دوسرے طریق سے بھی حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے" اس پوری روایت کے نقل کرنے سے **معلوم ہوا حضرت علی بیس نہیں پڑھاتے تھے بلکہ شتیر جو اصحاب سے تھے وہ پڑھاتے تھے۔** پس حضرت علیؓ سے بیس

ثابت نہ ہوئیں اور جس میں حضرت علیؓ کے بیس کے ساتھ حکم دینے کا ذکر ہے۔ اس میں حماد بن شعیب راوی سخت ضعیف ہے۔ اگرچہ شتیر کے عمل سے اس کو کچھ تقویت پہنچی ہے مگر زیادہ ضعف کی وجہ سے حجت ہونے کے قابل نہیں اور دوسری سند میں ابو الحسناء مجہول راوی ہے یہ بھی اس قابل نہیں کہ اس سے حماد بن شعیب کے ضعف کا کچھ نقصان پورا ہو سکے کیونکہ حماد بن شعیب کی روایت تائید کے بھی قابل نہیں

حنفی : اب اتنے صحابہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جب بیس رکعت پڑھتے تھے پڑھاتے تھے حکم فرماتے تھے عامة المسلمین نے اس کو قبول کر لیا تھا تو کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ تمام صحابہ جن میں معلم الامة حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں، عمر فاروقؓ جو

بدعت کے استیصال کرنیوالے بھی شامل ہیں کیا انہوں نے بدعت کا رواج دیا ہوگا اور کیا یہ سب لوگ بدعت جیسی گندہ چیز سے آلودہ ہوں گے۔ انہوں نے بدعت جیسے دشمن دین کو اسلام میں داخل کر کے دین کو نقصان پہنچایا ہو گا۔ العیاذ باللہ۔ یہ بات وہی کر سکتا ہے جس کے قلب میں ذرہ بھر ایمان نہ ہو اور جو صحابہ کی عظمت و رفعت ان کی جلالت شان ان سے جو دین کی نصرت و اعانت و اشاعت ہوئی اس سے واقف نہ ہو۔ (۳۷)

اہلحدیث : صحابہ اور خلفاء راشدین کی روایات کا حال معلوم ہو چکا اور عبداللہ بن مسعود "کی روایت کی بھی تنقید ہو چکی جو آپ کے سامنے ہے۔ ملاحظہ ہو ۸۲ سے یہاں تک

حنفی : بس یقین ہے کہ ان صحابہ نے حضور ﷺ سے اس بارہ میں کچھ نہ کچھ سنا ہوگا اور ضرور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہوگا۔ تب ہی انہوں نے اس کو اختیار کیا اگرچہ ایسی کوئی حدیث ہم تک امتداد زمانہ کی وجہ سے نہ پہنچی ہو"۔ (ص ۳۷)

اہلحدیث : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو گیارہ ہی رکعت کا ثبوت ملتا ہے۔" ہوگا ہوگی" تو ہم جانتے نہیں۔

حنفی : اگر آج تمام دنیا سے صحیح بخاری و مسلم مفقود ہو جائے تو کیا آپ حدیث نہ ہونے کی وجہ سے نماز پنجگانہ اذان عیدین کو ترک کر دیں گے۔ ہرگز نہیں اس لئے کہ تعامل و توارث بھی روایت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس کے بعد پھر کسی روایت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی" (ص ۳۷)

اہلحدیث : اگر بخاری مسلم کے مسائل کے لئے تعامل اور توارث کافی ہے تو قرآنی مسائل کے لئے کیوں کافی نہیں۔ اگر وہ بھی سینوں سے محو ہو جائے تو کیا آپ کے خیال کے مطابق تعامل توارث ہی کافی ہے۔

تعامل و توارث کا اصل روایات صحیحہ ہیں

مولانا صاحب! ذرا ہوش کریں تعامل و توارث کہاں سے پیدا ہوا؟ روایات صحیحہ ہی تو اس کی اصل ہیں۔ بخاری و مسلم کی صورت میں ہوں یا کسی اور صورت میں اگر روایات صحیحہ مفقود ہو جائیں تو تعامل کہاں رہے اور اس کا پتہ کس طرح لگے۔ روایات صحیحہ نے تو آپ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کرتے اور صحابہ یہ کرتے وغیرہ ورنہ آج آپ اندھیرے میں ہوتے۔ کیا آپ کوئی نظیر بتا سکتے ہیں کہ کوئی مذہب روایات صحیحہ کے

بغیر محفوظ رہا ہو؟ ہرگز نہیں۔ پس آپ کا سارا تانا بانا ہی غلط ہے۔

علاوہ اس کے یہ بتلایئے کہ مسئلہ تراویح میں تعامل توارث کہاں ہے؟ یہاں تو اختلاف عمل اور اختلاف نظر ہے کوئی آٹھ پڑھتا کوئی سولہ کوئی بیس کوئی چوبیس کوئی اٹھائیس کوئی تیس کوئی چھتیس کوئی چالیس کوئی اڑتالیس۔ ملاحظہ ہو قیام اللیل محمد بن نصر مروزی اور عینی شرح بخاری اور رسالہ تراویح امام سیوطیؒ اور ماثبت بالسنۃ محدث عبدالحق دہلویؒ اور تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی مولنا عبدالرحمن مبارکپوریؒ اور مسک الختام شرح بلوغ المرام نواب صاحب صدیق حسن خاں اور ہمارا رسالہ امتیازی مسائل اور رسالہ تراویح شاہ محمد شریف صاحب گھڑیالویؒ وغیرہ

حنفی

حدیث سے بیس رکعت کا ثبوت

"اس کے بعد ہم اس حدیث کو بیان کرتے ہیں جس سے مرفوعا حضور ﷺ سے بیس رکعت پڑھنا صاف صاف ثابت ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ

دلیل ۲۶ حدثنا یزید انبانا ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر

یعنی ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے اس حدیث کو ابن ابی شیبہؒ نے اور عبداللہ بن حمید نے اور طبرانی نے دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے

اس میں بیس رکعت تراویح کا حضور سے رمضان میں پڑھنا صاف صاف مذکور ہے لیکن اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ہیں جن کی تمام محدثین نے تضعیف کی ہے یعنی ان کی حدیثوں کو ضعیف کہا ہے مگر اس روایت میں ابراہیم کی وجہ سے ضعف آگیا ہے اور یہ ضعف غور کرنے سے بالکل دور ہو جاتا ہے دیکھئے حضرت ابن عباسؓ کے دو شاگرد تھے ایک یہی ابراہیم بن عثمان دوسرے حضرۃ عطاء جو کہ مکۃ اللہ میں ۲۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور وہیں تمام عمر مکہ مکرمہ کے مفتی رہے انہوں نے بھی عبداللہ بن عباسؓ سے تعلیم پائی مسائل سیکھے اور مفتی ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ ادرکت الناس وھم یصلون ثلث وعشرین رکعۃ یوترون بثلث میں نے لوگوں کو مکہ میں دیکھا کہ وہ ۲۳ رکعت مع الوتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

اس عمل سے اہل مکہ کو خود حضرت عطاءؒ کے نقل کرنے سے صاف ان کے ہم سبق ابراہیم کی تائید ہوتی ہے پس وہ ضعف جو ابراہیم کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا جاتا رہا اور اسی طرح حضرۃ امام شافعیؒ جو بعد میں پیدا ہوئے اہل مکہ کے تعامل کو بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر میں بیں رکعت پڑھتے پایا پس اس تعامل نے بھی اس ضعف کو دور کر دیا ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ نماز کا وقت ہو گیا اور یہ شخص قابل اعتماد نہ ہو مگر جب یہی بات کوئی قابل اعتماد شخص کہے تو اب بھی اس کی بات پر یقین نہیں کریں گے۔ وہ اگرچہ قابل اعتماد نہ تھا مگر لوگوں کے عمل نے بتا دیا کہ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وقت ہو گیا اس وقت وہ سچا ہے اگرچہ دوسری باتوں میں سچا ثابت نہ ہو۔ اسی طرح ابراہیم نے ایک حدیث نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیں رکعت پڑھی تھیں پھر دیکھا گیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خاص خاص جلیل القدر صحابہ بیں رکعات پڑھ رہے ہیں تو اب ماننا پڑے گا کہ اس کی یہ بات سچی ہے اگرچہ یہ شخص قابل اعتبار نہ ہو۔ حضرۃ عبداللہ بن مسعودؓ' امیرالمومنین فاروق اعظم ؓ امیرالمومنین حضرت عثمان ؓ' امیرالمومنین خلیفہ المسلمین حضرت علی ؓ بن ابی طالب حضرت ابی بن کعب ؓ تمیم داری' حضرۃ سوید بن غفلہ' حضرۃ امام شافعیؒ' حضرۃ عطاؒ' حضرۃ سفیان ثوریؒ' حضرۃ عبداللہ بن المبارک' علامہ ابن تیمیہ' علامہ عینیؒ' حضرۃ سائب بن یزید حضرۃ یزید بن رومان' حضرۃ یحییٰ بن سعید وغیرھم رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین (اس قدر کثرت سے صحابہ تابعین تبع تابعین) نے اس مسلک کو قبول کیا ہے کہ ان سب کا کذب اور بدعت پر متفق ہو جانا عقل سلیم تسلیم نہیں کر سکتی۔

اور تمام مکہ کے عامتہ المسلمین کے سالہا سال تک بیں رکعت پڑھنے کے عمل نے اس ضعیف حدیث کو نہایت قوی کر دیا اور اب اس کی صحت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا بلکہ ان تمام شواہد نے اس حدیث کو حسن سے بڑھا کر صحت و قوت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا۔ اگر تعامل و آثار سے بھی اس کی تائید نہ ہوتی تب بھی یہ حدیث قابل قبول تھی اس لئے کہ صحیح حدیث سے تعداد رکعت ثابت ہی نہ تھی اور اپنی رائے سے تعداد کے متعین کرنے سے ہزار ہا درجہ یہ اچھا ہے کہ حدیث سے تعداد مقرر کی جاوے اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو تاکہ حدیث پر عمل کا تعلق باقی رہے پھر ایسی حالت میں جبکہ اس قدر آثار و

شواہد پائے جاتے ہیں ہرگز اس کی صحت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا لہذا ثابت ہوا کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا مسجد میں باجماعت مسنون ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں اس کے خلاف خیال کرنا ظن فاسد ہے۔ (ص ۳۸ تا ۴۰)

اہلحدیث: مولوی عبیدی صاحب! یہ بتائیے کہ آپ کو ایک شخص نے خبر دی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ اس پر آپ کو اعتبار نہ آیا۔ آپ ایک مسجد میں گئے۔ دیکھا جماعت ہو رہی ہے دوسری مسجد میں گئے وہاں ابھی اذان بھی نہیں ہوئی اس سے آپ کیا نتیجہ نکالیں گے۔ یہی کہ شش و پنج میں پڑ جائیں گے اور ان دونوں کے علاوہ کسی اور صحیح طریق سے وقت معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ ٹھیک اسی طرح مکہ والوں کا عمل دیکھا تو بیس کا ہے اور مدینہ والوں کا دیکھا تو گیارہ یا چھتیس وغیرہ کا ہے تو اب بجز صحیح حدیث کے فیصلہ کی کیا صورت ہے سو وہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی حدیث ہے۔ لیجئے ہم نے آپ ہی کی مثال سے آپ کو سمجھا دیا اب تو چوں و چرا کی کوئی گنجائش نہ رہی چاہئے کہ فوراً سر تسلیم خم کر دیں۔ واللہ الموفق

مولانا کی حدیث دانی پر تعجب

اس کے علاوہ ابراہیم بن عثمان کو عطا کا ہم سبق بتا کر حضرت ابن عباسؓ کا شاگرد کہنا یہ آپ کی حدیث دانی پر تعجب ہے۔ اور اتنا بھی پتہ نہیں ابراہیم بن عثمان جو ساتویں طبقہ کا آدمی ہے جس کو ابن عباس ؓ تو کجا کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی ملاحظہ ہو تقریب وغیرہ پس آپ کی ساری تقریر ہی غلط ہو گئی اب مکھی کی طرح ہاتھ ملیں افسوس ہے ایسے بے خبر یا بد دیانت لوگ مسائل اختلافیہ میں کیوں دخل دیتے ہیں۔

حنفی۔ دلیل نمبر ۲۷ قرآن سے بیس رکعات تراویح ثابت ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کا خواہ وہ اجمالی ہو یا تفصیلی مسلمانوں کو تسلیم کرنا ضروری ہے پس غور فرمائیے کہ قرآن اپنے مجمل حکم میں کس طرف اشارہ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔پ۔ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ اور ان لوگوں کی جن کے ہاتھ میں تمہاری باگ ہو۔ (مثلاً قاضی مفتی اور خلفاء وغیرہ)

یہ سب کو تسلیم ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی برحق ہیں اس میں غیر مقلدین کو بھی اختلاف نہیں اور خلیفہ وقت کی اطاعت کرنی مذکورہ بالا آیت سے واجب ہے پس خلیفہ رسول اللہ ﷺ صاحب امر جناب حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب کو صاف حکم دیا ہے کہ بیس رکعت تراویح پڑھاؤ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا

ہے لہذا اب حضرۃ صاحب امر خلیفۃ المسلمین کے فیصلہ سے انکار کرنے والا مذکورہ آیت کا صراحۃً خلاف کر رہا ہے اور قرآن کے خلاف چلنے کا جو درجہ شریعت میں ہے وہ ظاہر ہے پس ضروری ہے ہم بیس رکعت کا فیصلہ حضرۃ عمرؓ کا تسلیم کریں۔ (ص ۴۰)

اہلحدیث: یہ بات ظاہر ہے کہ امامت و خلافت حیات تک رہتی ہے اسی لئے خلیفہ اور امیر کی وفات پر امیر اور خلیفہ تجویز کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قاضی جج وغیرہ۔ اس بناء پر وفات کے بعد یا معزول ہونے کے بعد وہ اولی الامر منکم کے تحت نہیں آسکتے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت ابوبکرؓ کی اطاعت ضروری تھی جب وہ فوت ہو گئے اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو ان کی اطاعت ضروری ہو گئی اگر یہ اپنی خلافت میں ابوبکرؓ کے خلاف کوئی حکم دیں تو ماننا پڑے گا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ کا بھی یہی حال ہے اس وقت ان میں سے ہم پر نہ کوئی خلیفہ ہے نہ امیر ہے تو یہ آیت ہم پر کس طرح لگ سکتی ہے۔

علاوہ اس کے اس آیت میں اولی الامر منکم کے بعد فرمایا ہے فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول یعنی اگر کسی بات میں تمہارا تنازع ہو تو خدا اور رسول کی طرف لوٹاؤ" یہاں اولی الامر منکم کو ترک کر دیا۔ صرف خدا اور رسول کی طرف فیصلہ لانے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ مسئلہ تراویح میں تنازع ہے جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں تو آٹھ ہی ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرۃ عائشہؓ وغیرہ کی حدیث سے صراحۃً ثابت ہو چکا ہے پھر اگر بالفرض ہم مولوی عبیدی صاحب ہی کی مان لیں کہ جتنے خلیفے اور امیر آج تک ہو چکے ہیں وہ اپنی وفات یا معزول ہونے کے بعد بھی اولو الامر ہی رہتے ہیں تو پھر بھی مولوی عبیدی صاحب کا مطلب پورا نہیں ہوتا کیونکہ ابھی یہ نزاع باقی ہے کہ خلیفے اور امیر کی اطاعت صرف سیاسی اور انتظامی امور میں ہوتی ہے یا شرعی امور میں بھی ہوتی ہے صحیح یہ ہے کہ صرف سیاست میں اطاعت ہوتی ہے اور دیگر احکام شرعیہ میں صحابہ امیروں کے خیالات کے پابند نہ تھے حضرت عمرؓ جنبی کے لیے تیمم کے قائل نہ تھے باقی اکثر صحابہ اس مسئلہ میں ان کے خلاف ہیں اور حضرت علیؓ نے تمتع میں حضرت عثمانؓ کی مخالفت کی چنانچہ صحاح وغیرہ میں یہ روایات موجود ہیں اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ میں بحوالہ منہاج السنہ ابن تیمیہ حضرت علیؓ سے تعدد عید (ایک شہر میں کئی جگہ عید پڑھنے) کی روایت ذکر کی ہے بلکہ مولانا

عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی مرحوم نے رسائل الارکان میں تعدد جمعہ کی روایت بھی ذکر کی ہے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر خلفاء ثلاثہ کے زمانہ تک تعداد جمعہ ہے نہ تعدد عید اور ان کے علاوہ اور بہت مسائل ہیں جن میں امیروں اور خلیفوں کا اختلاف ہوتا رہا جنکی کسی قدر تفصیل ہماری کتاب تعریف اہل حدیث حصہ دوم صفحہ ۶۳۔ ۶۴ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ میں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ تراویح شرعیات کی قسم سے ہے پس اس میں بھی اولی الامر کی اطاعت ضروری نہ ہوئی۔ اور اگر بالفرض مولوی عبیدی صاحب کی یہ بات بھی ہم تسلیم کر لیں تو بھی مولوی عبیدی صاحب کو کچھ مفید نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اصل میں آٹھ تراویح ہی ثابت ہیں

حنفی - دلیل ۲۸ صحیح حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ تراویح کی بیس رکعت تسلیم کرنا ضروری ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے :

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین عضوا علیها بالنواجذ

یعنی تم پر واجب ہے۔ میری اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ اختیار کرو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔

غور فرمایئے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے اگر تسلیم بھی کر لیں کہ بیس رکعت کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو کیا اس وجہ سے یہ بدعت ہو جائے گا؟ ہم نے مانا کہ بیس رکعت باجماعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی ایجاد سہی لیکن کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد نہیں۔ سوائے روافض کے سب کو تسلیم ہے کہ وہ خلیفہ راشد ہیں تو پھر کیا ان کی قائم کردہ سنت پر مذکورہ بالا حدیث سے عمل کرنا واجب نہیں ہوتا۔ خدارا غور فرمایئے اور عقل سے کام لیجئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ دانتوں سے مضبوط پکڑو اور آپ اسی سنت خلفاء ارشدین کو مٹانے کے درپے ہیں کیا اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل کرنا ہے اور کیا عمل بالحدیث اسی کا نام ہے کہ جو اپنے پسند آ جائے اس کو مان کر خلفاء راشدین کی سنت کو مٹانے کے درپے ہو جائے۔ ص ۲۰۳

اہل حدیث - مولوی عبیدی صاحب اس حدیث کی آپ نے مخالفت کی یا ہم نے؟ دیکھئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری سنت کو اختیار کرو

اور آپ کی سنت گیارہ تراویح ہیں چنانچہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہیں تو بتلایئے کون مخالف ہوا۔ بلکہ حضرت عمرؓ سے بھی یہی ثابت ہیں پس اب پورے مخالف وہی ہوئے جو بیس کو واجب کہتے ہیں۔ پھر مولوی عبیدی صاحب کی عجیب حالت ہے پہلے بیس تراویح کو سنت کہتے تھے اب واجب کہنے لگ گئے ہیں یہی ساری نزاع ہے۔ اگر نفل سمجھ کر کوئی گیارہ سے زیادہ پڑھے تو جتنی چاہے پڑھے اس پر کوئی اعتراض نہیں چنانچہ اوپر تفصیل ہو چکی ہے۔

حنفی - قرآن کریم کی موجودہ ترتیب بھی حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ ہوئی تھی لہٰذا یہ ترتیب قرآن بھی بدل ڈالو کہ یہ بھی بدعت ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں قرآن شریف کی عبارت پر زبر زیر نہ تھے ان کو بھی مٹا ڈالو حضور کے زمانہ میں موجودہ صورت کے یتیم خانے اور مدرسے نہ تھے ان کو بھی توڑ ڈالو۔ ان تمام باتوں کو تو تسلیم کر لیا جاتا ہے مگر تراویح کی بیس رکعت جن کو تمام صحابہ نے تمام امت نے اجماعاً مانا خلفاء راشدین نے بالاتفاق پڑھا ان کو مٹانے کے درپے ہو گئے اور ان تمام حضرات کو بدعتی کہنے کے لیے آمادہ ہو گئے کیا اسی کا نام عضوا علیہا بالنواجذ پر عمل کرنا ہے؟

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

اہلحدیث - خیر قرون میں بلا انکار جو کام ہوا اس پر کوئی اعتراض نہیں اسی لیے ہم کہتے ہیں، کوئی سولہ پڑھے کوئی بیس پڑھے کوئی چوبیس پڑھے یہاں تک کہ کوئی سنتالیس پڑھے سب رخصت ہے ہاں ایک پر زور دینا یہ ٹھیک نہیں کیونکہ نوافل میں جتنے کوئی چاہے پڑھے البتہ گیارہ پر زیادہ توجہ چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور حضرت عمرؓ نے گیارہ ہی کا حکم دیا ہے۔

حنفی - دلیل ۲۹ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن	فرمایا کہ مسلمان جس امر کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس
وما راٰہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح	کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اکثریت جس امر پر متفق ہو جائے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا اور بہتر ہے پس تراویح کی بیس رکعت کو اکثر مسلمانوں نے بہتر

سمجھا خصوصاً" خیر قرون کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے ائمہ محدثینؒ نے فقہاء کرام نے بالاتفاق اس کو بہتر سمجھا حتی کہ جیتنی جو اس پر اجماع کے قائل نہیں وہ بھی اکثریت کے اتفاق کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ لم یجمعوا علیہا کلھم بل اکثرھم یعنی تمام تو بیس رکعت پر متفق نہیں ہوئے ہاں اکثریت نے اتفاق کیا۔

اکثریت ہی کا اتفاق بس حضور صلعم کا حکم ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم یعنی بڑی جماعت کی اتباع کرو اور اس سے اختلاف نہ کرو کیونکہ وہ مسلمانوں میں نااتفاقی کا باعث ہو گا) تو جو لوگ اپنی رائے میں اکثریت سے الگ ہوئے ہیں اس حکم کی بنا پر ان پر واجب ہے کہ وہ اکثریت کی اتباع کریں اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا کر قوم مسلم کی تباہی اور تفرقہ اندازی کے موجب نہ ہوں ناظرین اس پر بہت غور فرمائیں (صفحہ ۳۱۔۳۲)

اہل حدیث - مولوی عبیدی صاحب بے ثبوت لکھے جاتے ہیں اگر دعوی ہے تو ماراہ المسلمون حسنا" کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت (۴۹) کریں۔ اور اتبعوا السواد الاعظم کی اسناد میں ابو خلف اعمی ایک راوی ہے جس کی بابت تقریب میں متروک اور کذاب لکھا ہے اور اصول فقہ کی بڑی کتاب شرح تحریر لابن الہمام میں لکھا ہے۔ ولیس قول الاکثر حجۃ ص ۲۱۲ یعنی اکثر کا قول دلیل نہیں"

لیجئے جڑ ہی کٹ گئی پھر ماراہ المسلمون حسنا" میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی اکثر کے ہوں۔ ناظرین خیال فرمائیں مولوی عبیدی صاحب نے کس قدر دھوکا دیا ہے بتلایئے قوم کی کیا رہبری کریں گے یہ ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم
فیھدیھم طریق الھالکینا

حنفی - علامہ سیوطی نے اس کو اس لیے نہیں تسلیم کیا کہ حدیث جابر اس کے خلاف ہے مگر حدیث جابر خود ضعیف ہے اس لیے اس سے یہ حدیث رد نہیں کی جا سکتی۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا کہ وہ ان کو بیس رکعت پڑھائیں" (ص ۴۵)

اہلحدیث - اس میں بھی مولوی عبیدی صاحب نے دھوکہ دیا ہے اصل الفاظ اس روایت کے یہ ہیں۔ عن عمر انہ جمع الناس علی ابی وکان یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ الحدیث یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی پر جمع کیا اور وہ لوگوں کو

بیس رکعت پڑھاتے تھے" ان الفاظ میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت پڑھانے کی خاطر ابی رضی اللہ عنہ پر جمع کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تعداد کے متعلق سکوت ہے ہاں ابی رضی اللہ عنہ کے بیس پڑھانے کا ذکر ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہو۔ اگر حکم دیا ہوتا تو وکان یصلی کی بجائے لیصلی ہوتا مولوی عبیدی صاحب کا مسالہ چونکہ ختم ہو گیا ہے اس لئے اب دھوکہ دہی پر کمر باندی ہے علاوہ اس کے یہ روایت بھی ضعیف ہے اس میں عبدالعزیز بن رفیع روای ہے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

حنفی ۔ معلوم ہوا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیس رکعت کا حکم خود ان کو بھی تسلیم ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے قابل استدلال نہیں (ص ۳۵)

اہل حدیث ۔ جب اس روایت میں بیس کا حکم دینے کا ذکر ہی نہیں اور نہ یہ روایت صحیح ہے تو معلوم کہاں سے ہوا؟

حنفی ۔ پھر فرمایا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ بیس رکعت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ لیکن یہ عرض ہے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالتصریح ثابت نہ سہی تب بھی حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین سے خلفاء راشدین کے تعامل پر عمل کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے بیس ہی ادا کیں (ص ۳۵)

اہل حدیث ۔ علیکم بسنتی کا جواب میں گذر چکا ہے۔

حنفی ۔ دلیل ۳۴ علامہ نے ایک اور دلیل بیان کی ہے کہ اگر بیس رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مواظبت فرماتے ہوابا" عرض ہے کہ بخوف فرضیت مداومت نہیں فرمائی اور تھا بھی نہ پڑھنے کا دعویٰ ثبوت طلب ہے۔ لہٰذا عدم مواظبت کے حیلہ سے بھی بیس رکعت والی حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا (ص ۳۸)

اہل حدیث ۔ مداومت سے مراد یہ ہے کہ غیر رمضان میں بھی پڑھتے اور حضرت عائشہؓ کی حدیث گیارہ ہے .زیادہ کی نفی کر رہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بیس نہیں پڑھیں۔ اور اگر بالفرض علامہ کی مراد رمضان ہی میں مداوست ہو تو اس حدیث سے اس کی بھی نفی ہو رہی ہے۔

حنفی ۔ آخر میں علامہ نے نقلاً عن ابن حجرؒ خود ہی لکھ دیا ہے کہ فجعلوھا عشرین

وقد استقر الامر علی هذا یعنی پس انہوں نے بیس کر دیں اور اس پر بات مقرر ہو گئی۔ آخری تحریر علامہ موصوف کی بھی بالآخر یہی ہے کہ بیس تراویح پر عمل کرنا قرار پا گیا

اہل حدیث ۔ مولوی عبیدی صاحب نے یہاں پھر خیانت کی ہے اس سے پہلی سطر میں یہ بھی کہا ہے کہ ذلک النوافل من شاء قلل ومن شاء اکثر۔ یعنی یہ نوافل ہیں یعنی جو چاہیے کم یا زیادہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دلیل نہیں۔

اور قد استقر الامر سے مراد اہل مکہ وغیرہ کا عمل ہے کیونکہ اہل مدینہ کے متعلق وہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ ۳۶ پڑھتے تھے اور گیارہ بھی ثابت ہیں چنانچہ ابھی اوپر گزر چکا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

حواشی

۱ ۔ یہ نیت پر حملہ ہے۔ ۱۲

۲ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعصب نہ ہو تو اتحاد ممکن ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ممکن ہونے کے بعد اتحاد ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو پھر اماموں نے بلکہ صحابہ ﷺ نے اختلاف کیوں کیا؟ اگر اتحاد ضروری نہیں تو معلوم ہوا کہ بغیر تعصب کے بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ پس بعض اصحاب پمفلٹ شائع کرنے والوں کی نیت پر حملہ نہ کرتے ہوئے ان کا اختلاف اسی قسم سے سمجھ لیں۔ ۱۲

۳ ۔ فیصلہ سے آپ کی کیا مراد ہے۔ منوانا یا حق کو واضح کرنا؟ اگر منوانا مراد ہے تو مناظرات وغیرہ اس خاطر ہوتے ہی نہیں۔ اور اگر واضح کرنا مراد ہے تو پھر مناظرات وغیرہ کا سلسلہ ایک مفید شے ہے اس کو روکنا ٹھیک نہیں۔ الا الذین ظلموا منھم

۴ ۔ کفر و شرک کو خاص کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت جو حد کفر و شرک کو نہ پہنچی ہو اس کی تردید نہ کرنی چاہیے حالانکہ ہر بدعت دین میں گمراہی ہے اور گمراہی کی تردید ضروری ہے مثلاً" شیعہ کا ایک فرقہ زیدیہ ہے وہ حضرت ابوبکر ﷺ اور حضرت عمر ﷺ وغیرہ کو گالی نہیں دیتے صرف حضرت علی ﷺ کو ان پر فضیلت دیتے ہیں اور ان کو احق بالخلافت کہتے ہیں اس لیے ان پر کفر کا فتویٰ نہیں ہاں اہل بدعت ہونے کی وجہ سے ان کو گمراہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سے معتزلہ مرجیہ وغیرہ گمراہ ہیں کافر نہیں تو کیا ان کی تردید نہ کرنی چاہیے؟

۵ ۔ نیت پر حملہ تو آپ پہلے ہی کر چکے ہیں" چنانچہ ابھی گذرا ہے"

۶ ۔ کاد الفقر ان یکون کفرا کے تحت کئی لوگ حق سے پھر جاتے ہیں ان کی تالیف قلوب ضروری ہے۔

۷ ۔ حدیث میں ہے کئی لوگ زنجیروں میں جنت کے اندر داخل کیے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر نبی ﷺ نے اس کا مطلب یہ بتلایا کہ جنگ میں وہ قید کیے جاتے ہیں اور ڈر سے اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ پھر بعد میں ان کو اسلام کی خوبیاں معلوم ہو جاتی ہیں تو اسلام ان کے دلوں میں جگہ پکڑ لیتا ہے جس سے وہ جنتی ہو جاتے ہیں"

۸ ۔ مصارف زکوٰۃ میں ایک مصرف قرآن مجید میں تالیف قلوب والوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیا یہ اسلام کی کمزوری ہے؟ ۱۲

۹ ۔ کیا اہل حدیث اہل سنت والجماعت نہیں؟ یہ خوب رواداری ہے۔ ۱۲

۱۰ ۔ اب رواداری سے کیوں رک گئے؟

۱۱ ۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کسی کی نیت پر بدظنی سے کام لینا نہیں چاہتے اور ساتھ ساتھ بدظنی کیے بھی جاتے ہیں۔ عجیب یہ گورکھ دھندا ہے۔ نیز اس طرح تو ۲۰ سے زائد ۳۲ - ۳۸ - ۳۲ - ۴۰ - ۴۱ وغیرہ پڑھنے والے آپ کو کہہ سکتے ہیں۔ پھر نفس کی سہولت کا اعتراض بھی عجیب ہے۔ جب خدا کی طرف سے کسی شے کی سہولت ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہو تو اس پر کیا اعتراض؟ کیا آپ سفر میں دوگانہ نہیں پڑھتے بلکہ حنفیہ واجب کہتے ہیں تو کیا اس پر نفس کی سہولت کا اعتراض ہو سکتا ہے؟ پس اسی طرح آٹھ تراویح سمجھ لیں۔ ر بات کہ آٹھ ثابت ہیں یا نہیں تو آگے چل کر خود ہی معلوم ہو جائے گا انشاء اللہ۔ ۱۲

۱۲ ۔ صفحہ ۳۳ پر پہنچ کر خود ہی آپ نے اختلاف تسلیم کیا ہے چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے تو پھر بیس پر اجماع کس طرح ہوا؟ ۱۲

۱۳ ۔ یہ امام جلال الدین سیوطیؒ سے پوچھیں کیونکہ اصلی مصنف وہی ہیں۔ بنگلور والوں نے تو صرف ترجمہ ہی شائع کیا ہے۔ یہ خوب ہے سر سے دوستی اور دم سے بیر۔ ۱۲

۱۴ ۔ یہ خیال آپ کا غلط ہے۔ آٹھ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں بیس ثابت نہیں چنانچہ آئندہ معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ ۔ ۱۲

۱۵ ۔ فرض نہیں حقیقت یہی ہے۔ ۱۲

۱۶ ۔ ثابت ہوتی ہیں چنانچہ ابھی روشن ہو جائے گا ۔ انشاء اللہ العزیز۔

۱۷ ۔ اس پر زور استدلال ختم نہیں ہوتا بلکہ اور بھی ہے چنانچہ آئندہ معلوم ہو جائے گا انشاء اللہ۔ ۱۲

۱۸ ۔ حقیقت میں مغالطہ آپ کو لگا ہے۔ اہل حدیث تہجد کے لیے نہ اخیر رات شرط کرتے ہیں نہ رمضان غیر رمضان۔ اس لیے رمضان میں تراویح تہجد سے جدا نہیں۔ ۱۲

۱۹ ۔ آپ کو زبردست مغالطہ لگا ہے جن کو آپ نے خصوصیات سمجھا ہے وہ خصوصیات نہیں تو دلیل قاطع کیا ہوں گی۔ ۱۲

۲۰ ۔ یہ سرخی ہماری قائم کردہ ہے۔ مولوی عبیدی صاحب کی نہیں۔ ۱۲

۲۱ ۔ تراویح کی مشروعیت کا سبب رمضان نہیں بلکہ رمضان سے تہجد کی فضیلت زیادہ ہو جاتی ہے جیسے دیگر اعمال کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے خصوصیت کے ساتھ حدیث میں ترغیب

دی گئی ہے۔تفصیل آگے آتی ہے۔ ۱۲

۲۲ ۔ جوف شب کے بعد بھی شروع کرنا ثابت ہے جو شب کا وسطی حصہ ہے چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے اور وسطی حصہ کے بعد آخری ہوتا ہے پس آخر شب میں شروع کرنا ثابت ہو گیا۔ ۱۲

۲۳ ۔ یہ ترجمہ لفظ کا غلط ہے صحیح یہ ہے کہ ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا یہاں تک کہ تہائی رات رہ گئی تو گویا تہائی رات بقیہ میں مختصر قیام کیا۔ اس میں تراویح اخیر رات ثابت ہو گئیں اور تہجد بھی آپ کے نزدیک اخیر رات ہے پس دونوں میں کچھ فرق نہ رہا۔ فافہم۔ ۱۲

۲۴ ۔ تین روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے کی حدیث حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے اس میں یہ لفظ ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلاتہ فاصبح الناس فتحد ثوا فاجتمع اکثر منھم فصلی فصلوا معہ فاصبح الناس فتحد ثوفکثر اھل المسجد من اللیلۃ الثالثۃ۔ بخاری ص ۲۶۹۔ ج ا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوف (بیچ) رات میں نکلے پس مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کی نماز کے ساتھ کئی لوگوں نے نماز پڑھی صبح یہ بات مشہور ہو گئی۔ دوسری رات لوگ زیادہ جمع ہو گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی دوسرے دن زیادہ شہرت ہو گئی پس تیسری رات اہل مسجد بہت ہو گئے"

اس حدیث میں جوف رات میں نکلنے کا ذکر ہے اور جوف بیت کو کہتے ہیں جو وسطی حصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح اول شب میں ہونا ضروری نہیں اور آہستہ آہستہ شہرت ہونا یہ بھی اسی کا موید ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر ﷺ کی حدیث کا واقعہ اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کا واقعہ الگ الگ رمضان کا ہے ایک رمضان کا نہیں۔ نسائی باب ذکر صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل میں حدیث ھشام بن عروۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق سوال کیا تو فرمایا رسول اللہ ﷺ عشاء پڑھ کر سو جاتے اور جوف اللیل تام الحدیث۔ اس حدیث میں تہجد کے بارے میں وہی جوف اللیل کا لفظ ہے جو تراویح کے بارہ میں ہے پس تہجد اور تراویح میں اس لحاظ سے فرق نہ رہا دونوں نمازیں ایک ہو گئیں۔ ۱۲

۲۵ ۔ تہجد کا اول شب میں پڑھنا بھی مروی ہے چنانچہ اوپر گذر چکا ہے بلکہ آپ نے خود ہی

اس کا اقرار کیا ہے چنانچہ آپ کی گیارہویں دلیل کے جواب میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالٰی ۱۲

۳۶ ۔ حلیمی ایک بڑے محدث گذرے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تراویح کا نام قیام رمضان اس وجہ سے ہوا کہ لوگ اس کو نیند سے اٹھ کر پڑھتے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد دوم صفحہ ۱۷۶ میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ وجہ صحیح نہیں کیونکہ اکثر لوگ نیند سے پہلے پڑھتے تھے بلکہ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ لوگ قیام لمبا کرتے تھے۔ ملا علی قاری کی اصل عبارت یہ ہے۔ سمی بذلک لانھم کانوا یطیلون القیام فیہ لا کما نقل عن الحلیمی انہ لکونھم یفعلونھا عقب القیام من النوم لان اکثر ھم کانوا یفعلونھا قبل النوم یعنی تراویح کو قیام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں لوگ قیام لمبا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ نہیں جو حلیمیؒ سے منقول ہے کہ لوگ نیند سے اٹھ کر قیام کرتے تھے کیونکہ اکثر لوگ نیند سے پہلے قیام کرتے تھے --- لیکن میرے خیال میں ملا علی کا یہ اعتراض ٹھیک نہیں۔ کیونکہ کمہ مدینہ اصل ہیں۔ جب یہ اخیر رات قیام کرتے تھے تو اس لیے اس نام میں انہی کا لحاظ کیا گیا باقی اکثر لوگوں کا لحاظ نہیں کیا گیا ہاں حلیمی پر ایک اور ڈبل اعتراض پڑتا ہے وہ یہ کہ حدیث میں ہے من قام رمضان ایمانا واحتسابا" غفرلہ ماتقدم من ذنبہ یعنی جو ایمان اور ثواب کی وجہ سے قیام رمضان کرے اس کے گذشتہ گناہ بخشے جاتے ہیں اس حدیث میں قیام رمضان کہا ہے اب اگر لوگ قیام رمضان پہلے ہی کرتے تھے تو آپ کے اس ارشاد کی کیا ضرورت؟ اور اگر پہلے نہیں کرتے تھے تو اس نام کی وجہ لوگوں کا قیام نہ ہوا بلکہ یہ اعتراض ملا علی پر بھی پڑتا ہے کیونکہ انہوں نے بھی اس نام کی وجہ لوگوں کا قیام بتلایا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ملا علی نے طول قیام کا لحاظ کیا ہے اور حلیمی نے نیند سے اٹھنے کا جواب اس کا یہ ہے کہ لوگ تہجد پہلے پڑھتے تھے اور وہی تہجد رمضان میں قیام رمضان ہے۔ صرف تاکید کے طور پر یہ ارشاد فرمایا کیونکہ رمضان میں اس قیام کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

تنبیہ ۔

ملا علی نے حلیمی پر جو اعتراض کیا تھا اس کا ایک جواب تو اوپر ہو چکا ہے کہ کمہ مدینہ اصل ہیں نام میں انہی کا اعتبار کیا گیا۔ ایک جواب یہاں سے اور نکل آیا ہے وہ یہ کہ یہ کہنا کہ اکثر لوگ نیند سے پہلے قیام کرتے تھے" اس سے قیام باجماعت مراد ہے یا عام خواہ اکیلے ہوں یا باجماعت

اگر باجماعت مراد ہے تو یہ علیمی پر اعتراض نہیں کیونکہ علیمی نے جماعت کا کوئی ذکر نہیں کیا خاص کر جب کہ خود ملا علی کی بیان کردہ وجہ (لمبا قیام کرتے تھے) میں بھی قیام باجماعت مراد نہ ہو کیونکہ قیام باجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن کیا ہے۔ پھر ترک کر دیا۔ اس کے بعد قیام باجماعت کا اصل سلسلہ و استمرار کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے مگر یہ اصل نام کی وجہ نہیں بن سکتا کیونکہ یہ نام بہت پہلے کا ہے چنانچہ حدیث بالا (من قام) سے معلوم ہوا۔ اور جب خود ملا علی کی بیان کردہ وجہ میں باجماعت مراد نہ ہو۔ تو علیمی کی وجہ میں خواہ مخواہ باجماعت مراد لے کر اعتراض کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر اکثر لوگ نیند سے پہلے قیام کرتے تھے سے عام مراد ہو تو اکثر کا نیند سے پہلے قیام کرنا مسلم نہیں کیونکہ اس بارے میں کوئی روایت نہیں آئی۔ پھر یہ تو ظاہر ہے الفاظ پر نظر کرتے ہوئے دونوں صاحبوں کے کلام کا مطلب تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کا ذکر بالتبع کیا ہے ورنہ مطلب یہ ہے کہ اس نام میں شرعاً دونوں باتیں ملحوظ ہیں یعنی شرعاً بہتر یہی ہے کہ قیام لمبا ہو اور نیند سے اٹھ کر بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت ہی کا حکم دیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کچھ قیام لمبا ہوتا رہے اور اخیر رات کو پسند کیا تاکہ لوگ اخیر رات کی کوشش کریں۔ اور اول رات کی اجازت صرف اس لئے دی کہ علی العموم سب کو نیند کے بعد اٹھنا مشکل ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوشش اخیر رات کی رہی یہاں تک کہ آخر میں اخیر رات ہی کر دیں چنانچہ بحوالہ زرقانی بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲

۲۷۔ اس میں شبہ ہے۔ پابندی کا لفظ تب صحیح ہوتا جب کسی وقت شمولیت ان کی ثابت ہوتی۔ ۱۲

۲۸۔ رسالہ عبیدی میں اسی طرح ہے لیکن صحیح ولا اصلی ہے۔ ۱۲

۲۹۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ولا رأیتہ الا رأیتہ کے جو معنی حافظ ابن حجر سے بیان ہوئے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہی ہوں بلکہ ان کے علاوہ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نیند کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جیسے پہلی رات سو جاتے اور اخیر رات نماز پڑھتے ایسے ہی کبھی اس کا الٹ بھی کرتے۔ اس صورت میں اس کے مقابلہ میں مصلیا الا رأیتہ کے معنی ہوں گے کہ آپ ﷺ کی رات کی نماز کا بھی کوئی وقت مقرر نہ تھا جیسے کبھی اخیر رات ہوتی کبھی اول رات بھی ہوتی بلکہ حافظ ابن حجر نے ہی یہ معنی کیے ہیں چنانچہ دلیل ہفتم کے تحت ۲۲ تا ۲۵

پر گذر چکا ہے پس حضرت عائشہؓ کی حدیث کی طرح یہ حدیث (انس ﷺ) بھی محتمل ہو گئی۔ ۱۲

۳۰ ۔ یہ مولوی عبیدی صاحب کی عمیت کا مظاہرہ ہے۔ حدیث میں قدم رجلا ہے اور یہ قدم رجل سمجھ رہے ہیں جبھی یہ ترجمہ کیا ہے کہ "پھر ایک شخص آیا" حالانکہ راوی کا مطلب یہ ہے کہ وتر کے وقت کسی اور شخص کو آگے کر دیا۔

۳۱ ۔ یہ دلائل گزشتہ گیارہ دلائل سے بھی ردی ہیں۔ ۱۲ منہ

۳۲ ۔ رسالہ عبیدی میں اسی طرح ہے لیکن صحیح ور کعتا الفجر ہے۔ ۱۲ منہ

۳۳ ۔ یہ مطلب غلط ہے یہ دن کے مقابلہ میں ہے چنانچہ باللیل کے لفظ سے ظاہر ہے یعنی یہ نماز آپ ﷺ کی رات کو تھی نہ کہ دن کو کیونکہ دن کے نفلوں کی یہ تعداد نہیں۔ نیز ان کے وتر مغرب کی نماز ہیں۔ ۱۲ منہ

۳۴ ۔ یہ بات بار بار بیان ہو چکی ہے کہ تہجد اور وتر جو غیر رمضان میں ہے وہی رمضان میں تراویح مع الوتر ہے۔ پس آپ کا یہ سب تانا بانا ہی خورد برد ہو گیا۔ ۱۲ منہ

۳۵ ۔ دلیل نمبر ا میں آپ لکھ چکے ہیں کہ "جو نماز رمضان و غیر رمضان میں پڑھی جا سکتی ہے وہ رمضان سے مخصوص نہ ہو گی"۔ اور ظاہر ہے کہ تہجد رمضان سے مخصوص نہیں اور سائل کا سوال قیام رمضان سے ہے جو رمضان سے مخصوص ہے تو پھر حسب زعم اس سے تہجد کس طرح مراد ہو سکتی ہے بلکہ اس سے مراد قیام رمضان یعنی تراویح ہو گی۔ رہا اس صورت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا مطلب تو وہ متن میں صفحہ ۱۲-۱۳ پر اور آئندہ ص ۴۰-۴۹ پر پڑھیں۔ ۱۲ منہ

۳۶ ۔ یہ عبارت غلط ہے صحیح "فی الشافی" اور شافی ابوبکر عبدالعزیزؒ کتاب کا نام ہے۔ ۱۲ منہ

۳۷ ۔ یہ راویوں پر افتراء ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رمضان غیر رمضان والی روایت میں کسی جگہ اس لفظ کا ثبوت نہیں تو پھر خواہ مخواہ چھوڑنے کا الزام راویوں پر افتراء نہیں تو اور کیا ہے۔ ۱۲ منہ

۳۸ ۔ ان روایتوں میں "فی رمضان" کا لفظ نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایتیں الگ ہیں اور ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت رمضان غیر رمضان والی سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ منہ

۳۹ ۔ یہ مولوی عبیدی صاحب کی علمیت کا مظاہرہ ہے کہ ان کو اتنا پتہ نہیں کہ ساجی اور عقیلی ابوداؤدؒ سے پہلے ہوئے ہیں یا بعد میں

۴۰ ۔ بعض کہتے ہیں کہ ابن حبان متساہل ہیں یعنی ضعیف راویوں کو بھی ثقتوں میں شمار کر لیتے ہیں اور صحیح ابن خزیمہؒ ہندوستان میں ملتی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسالہ امام سیوطیؒ اور فتح الباری اور عینی وغیرہ تو ہندوستان میں .... ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ ابن خزیمہؒ نے اس کو روایت کیا ہے اور چونکہ انہوں نے صحت کا التزام کیا ہے اس لئے یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوئی اور ابن حبانؒ کو مقدمہ ابن اصلاح میں تو متساہل لکھا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ القول المسدد میں اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم الرفع والتکمیل میں اس کے خلاف لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ابن حبان ربما جرح الثقة حتى لايدرى مايخرج من رأسه یعنی ابن حبانؒ بہت دفعہ ثقہ پر جرح کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کو پتہ نہیں لگتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

یہ عبارت بتلا رہی ہے کہ وہ راویوں کے حق میں سخت ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو راویوں کے حق میں سخت ہو وہ ضعیف کو ثقہ کس طرح کہے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض جگہ ان سے بے احتیاطی ہو گئی ہے مگر یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ امام ابن خزیمہؒ، امام ابو زرعہؒ، امام ذہبیؒ، حافظ ابن حجر یہ سب ابن حبان کے موافق ہیں۔ اور بعض نے اس محل میں یہ بھی کہا ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہے اس لئے راوی عیسیٰ بن جاریہ کے ضعف کو ترجیح ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس میں ایسی جرح ثابت نہیں ہوتی کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے اور اسی بناء پر امام ذہبیؒ جو راویوں کی تنقید میں ماہر ہیں لکھتے ہیں کہ اسناده وسط یعنی اس کی اسناد درمیانی ہے

۴۱ ۔ بیس کا حکم دینا صحت کو نہیں پہنچتا چنانچہ آگے آتا ہے۔ ۱۲

۴۲ ۔ ان کے زمانوں میں بیس کے ثبوت میں شبہ ہے آگے آتا ہے

۴۳ ۔ حارث بن عبداللہ اعور کے متعلق میزان الاعتدال وغیرہ میں بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ ظروف علم سے ہے اور بڑے علماء تابعین سے ہے۔ حالانکہ وہ ضعیف ہے۔ ۱۲ منہ

۴۴ ۔ یہ عہد کے معنی نہیں بلکہ عہد سے مراد وصیت ہے۔ قرآن مجید میں ہے ولقد عهدنا الى آدم اور عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت رضا اور ناراضگی والی اس فعل کو شامل نہ ہوئی اور تیسری ترمذی کی روایت قصد قوہ والی بھی اس فعل کو شامل نہیں کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وغیرہ کسی بات کی خبر دیں چنانچہ تصدیق کے لفظ سے ظاہر ہے اور چوتھی بخاری کی روایت میں راوی کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ حضورؐ کے چال چلن کے قریب میں کسی کو نہیں پہچانتا۔ اس میں دوسروں سے زیادہ موافقت کا ذکر ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا کوئی قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔ پس یہ چاروں روایتیں عبیدی صاحب کے مفید مطلب نہیں۔ پھر تین اول کی صحت میں کلام ہے۔ ۱۲ منہ۔

۳۵ ۔ حسب زعم ہم نے اس لیے کہا ہے کہ یہ چاروں روایتیں مولوی عبیدی صاحب کے مفید مطلب نہیں۔

۳۶ ۔ بعض کہتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک اور امام مالکؒ کے نزدیک منقطع تابعی حجت ہے اور اعمشؒ تابعی ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ امام مالکؒ کا تو یہ مذہب ہی نہیں۔ بجز اس کے جس کی انہوں نے تحقیق کی ہے اور حنفیہ کے نزدیک مرفوع میں یہ قاعدہ ہے جس میں صحابی مذکور نہ ہو نہ کہ موقوف میں اور جو حجت ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں وہ بھی مرفوع سے مناسبت رکھتی ہے۔ ملاحظہ ہو کتب اصول فقہ۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے مرسل کو حجت کہا ہے اور مرسل حقیقتاً وہی ہے جس میں صحابی کا واسطہ مذکور نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہو اگر صحابی اور اس کے درمیان کوئی راوی گرا ہوا ہو تو وہ حقیقتہ مرسل نہیں بلکہ اس کو منقطع کہتے ہیں۔

۳۷ ۔ اگر کہا جائے کہ گیارہ کا مذہب امام مالک سے امام جوزیؒ اور علامہ عینیؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے جوزیؒ شافعی ہیں اور عینیؒ حنفی ہیں اور علامہ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد صفحہ ۱۶۵ میں امام مالکؒ سے ایک قول بیس کا اور ایک قول ۳۶ کا نقل کیا ہے اور ابن رشدؒ مالکی ہیں اور مشہور ہے: صاحب البیت ادری بما فیہ (گھر کا آدمی گھر کی چیز سے زیادہ واقف ہوتا ہے) اس بناء پر ابن رشدؒ کی نقل زیادہ معتبر ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جوزیؒ اگرچہ شافعی ہیں مگر وہ بھی گھر کے آدمی ہیں کیونکہ امام شافعیؒ خود امام مالکؒ کے شاگرد ہیں اور شاگرد گھر کا بھیدی ہوتا ہے اور علامہ عینیؒ نے بھی بہت سا استفادہ کیا ہوا ہے اس لئے ان کو بھی گھر کا سمجھنا چاہئے۔

۳۸ ۔ سوید بن غفلہؒ صحابی نہیں یہ مولوی عبیدی صاحب کی حاشیہ آرائی ہے۔ ۱۲ منہ

۳۹ ۔ مؤطا امام محمدؒ میں بے سند مذکور ہے مولوی عبدالحی صاحب اس کے حاشیہ تعلیق الممجد

میں لکھتے ہیں کہ حنفی علماء اسے ذکر کرتے ہیں مگر ائمہ حدیث نے اس کو مرفوع روایت نہیں کیا بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے ہاں انسؓ کی روایت سے مرفوع ذکر کی گئی ہے مگر اس میں سلیمان بن عمرو النخعی راوی ہیں جو جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا(تعلیق الممجد ۱۴۳)

محدث زماں حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

کی بے نظیر تصنیفات

الکتب المستطاب
مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندی کی معرکۃ الآراء کتاب فصل الخطاب کے ساتھ عربی اغلاط کا نقشہ دیا گیا ہے۔

اظہار الشمعہ
گاؤں میں جمعہ کا ثبوت اور ظہر احتیاطی کی بادلائل تردید اور حنفیہ کے تمام رسائل کا جواب

درایت تفسیری
کتاب ھذا میں تفسیر کے اصول اور صحیح تفسیر کا معیار اور مسئلہ تقلید کی بادلائل تردید ہے۔

اہل حدیث کی تعریف
اس کتاب میں اہل حدیث کی صحیح تعریف کو دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

اہل حدیث کی تعریف
مولانا تھانوی کے رسالہ (الاقتصاد) کا مستقل اور مدلل جواب

رسائل دو بحث
دعاؤں میں رفع یدین کے متعلق چند سوالات کے مفصل جوابات

نبوت معصوم
عیسائیوں کے ایک اعتراض کے دندان شکن جوابات

امامت مشرک
کیا مشرک کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اسکا تفصیلی جواب

بکر دیوی
کتاب ھذا میں شیخ سدو اور عبداللہ کی حلت و حرمت کے متعلق پوری بحث اور وما اھل بہ لغیر اللہ کی عجیب و غریب تفسیر و تحقیق ہے۔

تقلید علماء دیوبند
کتاب ھذا میں تقلید شخصی کے اقوال مصطفےٰ کو بادلائل حل کیا گیا ہے۔

[illegible]
رسالہ ھذا میں مسئلہ امامت اور بیعت اور یہ کی تردید کی گئی ہے۔

شائع کردہ : **محدث روپڑی اکیڈمی**
جامع القدس اہل حدیث چوک دالگراں